مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام

از شمس تبریز خاں رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

اپنے موضوع پر اردو میں پہلی مستقل کتاب جو اپنے مباحث و موضوعات کے تنوع اور مسلم پرسنل لا کے مکمل و مدلل تعارف کے لئے امتیاز خاص رکھتی ہے جس میں مسلم پرسنل لا کی شرعی حیثیت اور اس کے امتیازی پہلوؤں سے تفصیلی اور تحقیقی بحث کی گئی ہے اور کتاب و سنت اور علوم عصریہ سے یکساں طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عورتوں سے متعلق اسلامی اور غیر اسلامی قوانین کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چند اہم عنوانات

- مسلم پرسنل لا کی شرعی حیثیت
- مسلم پرسنل لا کے امتیازی پہلو
- عورت غیر اسلامی تہذیب و شریعت میں
- اسلام میں عورت کا مقام
- اسلام کے عائلی نظام کی چند جھلکیاں وغیرہ

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم (سابق ناظم دار المصنفین) کے مقدمہ اور دو نئے ابواب کے اضافہ کے ساتھ دوسرا ایڈیشن

معیاری کتابت ❊ آفسٹ طباعت ❊ صفحات ۲۸۶ ❊ قیمت سترہ ۱۷ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء

• پوسٹ باکس نمبر ۱۹۹ لکھنؤ •

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

رضوان

مسلم خواتین کا ترجمان

R.No. 2416/57

L/W N

Monthly **RIZWAN**

LUCKNOW.

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی چند تصنیفات

نبی رحمت	تاریخ دعوت و عزیمت	ہندستانی مسلمان	ارکان اربعہ
کاروان مدینہ	سیرت سید احمد شہید	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر	منصب نبوت
دو ہفتے ترکی میں	نقوش اقبال	عالم عربی کا المیہ	تذکرہ شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی
ایک اہم دینی دعوت	سوانح حضرت رائے پوری	معرکۂ ایمان و مادیت	ہندستانی مسلمان ایک نظر میں
مغرب سے صاف صاف باتیں	قادیانیت	جب ایمان کی بہار آئی	پرانے چراغ
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	شرق اوسط کی ڈائری	دو ہفتے مغرب اقصیٰ میں	پاجا سراغ زندگی
ذکر خیر	صحبتے با اہل دل	حیات عبد الحی	مکاتیب یورپ
نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں	مکاتیب مولانا الیاس	مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت	دعائیں (جیبی سائز)
پیام انسانیت	مقام انسانیت	حق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ	تزکیہ و احسان

مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱

خواتین کا ترجمان

رضوان لکھنؤ

ماہنامہ

ایڈیٹر: محمد حمزہ حسنی

معاونین:

- امامہ حسنی
- میمونہ حسنی
- اسحاق حسینی

دفتر ماہنامہ رضوان ۵۴/۲،۱ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

جلد ۲۹
شمارہ ۱۱

نومبر سنہ ۱۹۸۵ء
مطابق
ربیع الاول سنہ ۱۴۰۶ھ

چندہ سالانہ

برائے ہندوستان
بیس روپے

برائے بیرونی ممالک
(ہوائی ڈاک سے)
ایک سو روپے (۱۰۰)

فی پرچہ
دو روپے

فہرست مضامین

۱. اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
۲. پیام قرآن	مولانا محمد اویس نگرامی ندوی	۵
۳. اہل بیت کی محبت	حکیم سید عبدالحئی رح	۹
۴. اے خدا (حمد)	محمد کاظم ندوی	۱۳
۵. ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا	مولانا محمد ثانی حسنی رح	۱۵
۶. مناجات	ڈاکٹر طفیل احمد مدنی	۱۹
۷. خاک میں لے کے چلا	ام ہانی	۲۰
۸. نعت شریف	غلام رسول صادق منصوری	۲۳
۹. کامیاب نکاح	مولانا عبدالکریم پاریکھ	۲۴
۱۰. مطلقہ کی مشکلات	مولانا عتیق احمد بستوی	۲۷
۱۱. عورت گھر کی مالکہ	صہیب حسینی	۳۶
۱۲. وہ جو آئے......	محمد اجمل	۴۰
۱۳. خواتین اسلام کے آئینہ میں	وصی احمد	۴۳

اپنی بہنوں سے

مدیر

ہر مسلمان کو اس پر فخر ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے ہم کو ایک مکمل اور جامع دین عطا فرمایا۔ جو عبادات، معاملات، حقوق و فرائض، حکومت و سیاست، صنعت و تجارت، سفر و حضر تعلیم و تدریس غرض انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری مکمل رہنمائی کرتا ہے اور ہمارے لیے زندگی گذارنے کے آسان طریقے ہدایت کرتا ہے۔

یہ بات لائق صد شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمام پیچیدگیوں، الجھنوں اور خود رائی سے محفوظ رکھا، اگر ہم دوسرے مذاہب پر نظر ڈالیں تو ان مذاہب کے پیرو بہت پریشانیوں اور الجھنوں میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ قوانین بناتے ہیں پھر چند دنوں کے بعد اس میں تبدیلی کرتے ہیں، پھر مقصد پورا نہیں ہوتا تو اس میں اضافہ یا کمی کرتے ہیں، دور کیوں جائیے اپنے ملک کے قوانین کو دیکھیے ہر چند روز کے بعد پارلیمنٹ میں بل آتا ہے اور کسی نہ کسی قانون میں تبدیلی ہوتی ہے، چاہے فوجداری کے قوانین ہوں یا دیوانی کے۔ اس کے باوجود بھی ملک میں ہونے والے جرائم خصوصاً خواتین پر ہونے والے مظالم میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ اسلام کے قوانین چودہ سو برس سے کام دیتے چلے آرہے ہیں اور جہاں وہ نافذ ہیں وہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں، اور غیر اسلامی قوانین جو بزعم خود "عقلمندان قوم" کے بنائے ہوئے ہیں جن میں ہر چند روز کے بعد حالات دیکھکر تبدیلی کی جارہی ہے، جرائم کو روکنے میں بالکل ناکام ثابت ہوئے ہیں، کہ ان ممالک میں جہاں ان کے اپنے قوانین کا عمل دخل ہے امن و امان کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو گھر سے نکلے تو واپس آنے کی ضمانت نہیں، ایماندار اشخاص مفلوک الحال اور عیار اشخاص مالدار ملیں گے۔

آجکل بعض حلقوں کی جانب سے مسلمانوں میں طلاق کی زیادتی اور سہولت کا الزام لگایا جارہا ہے۔ کیا یہ حلقے یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ مسلمانوں میں طلاق کا تناسب کیا ہے اور آج کے مہذب ممالک یعنی امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں طلاق کی کیا شرح ہے۔ مسلمانوں میں طلاق کا تناسب ایک فیصد بھی نہیں اور یورپ میں پچانوے فیصد شادیاں طلاق پر ختم ہوتی ہیں اور خود ہمارے ملک ہندوستان کے "دانشور" جن کے نمائندہ کے طور پر مرکزی وزیر مملکت عارف محمد خاں صاحب حلق پھاڑ کر اسلام کے خلاف نعرہ بازی کر رہے ہیں، یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ ہمارے برادران وطن میں بیویوں کو جلا کر مار ڈالنے کا تناسب زیادہ ہے یا مسلمانوں میں طلاق کا۔ آجکل جس کے دل میں سیکولر بننے کا شوق اٹھتا ہے وہ مسلمانوں کو نصیحت کرنا شروع کر دیتا ہے، مذہب سے بیگانہ ہونے کی نصیحت، دین و شریعت ترک کرنے کی نصیحت اور حکومت وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی تلقین کرتا ہے، لیکن جب سے ملک آزاد ہوا ہے ایک بھی شخص جس کے دل میں "سیکولر اور ترقی پسند بننے کا شوق اٹھا ہو ایسا نہیں نظر آیا جو اکثریت کو بھی کبھی نصیحت کرے کہ اپنی بیویوں کو جلا کر مت قتل کرو یہ انسانیت کے خلاف ہے، ان کے ساتھ تم زندگی گذارتے ہو اپنے جذبات وابستہ کرتے ہو ان کو اگر کچھ حق نہیں دیتے تو کم از کم زندہ رہنے کا ہی حق دے دو، پیٹ بھر کھانا نہ دو، تن ڈھانکنے کا کپڑا نہ دو مگر زندہ تو رہنے دو۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج تک کسی "سیکولر اور ترقی پسند" کو جہیز کم لا کر قتل ہو جانے والی عورتوں یا صورت شکل اچھی نہ ہونے پر ہلاک کر دی جانے والی عورتوں کے حال پر توجہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی اس سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ عارف خاں صاحب اور ان کے جیسے خود ساختہ دانشوروں اور ترقی پسندوں کی نظر میں طلاق ہونا زیادہ بری بات ہے اور جلا کر مار ڈالنا کوئی خاص بات نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہ لوگ اس طریقہ قتل کو شاید پسند کرتے ہیں، ورنہ اس کی طرف ضرور اپنے سیکولرزم کے جھنڈے لے کر آتے، اور جس شد و مد سے وہ اسلام کے خلاف مہم چلا رہے ہیں اس میں تو انشاء اللہ منھ کی کھائیں گے، وقتی فوائد ان کو حاصل ہو سکتے ہیں جیسے کہ بغداد پر تاتاریوں سے حملہ کرا کر ابن علقمی کو ٹیپو سلطان کو شہید کرا کر میر صادق کو اور موجودہ دور میں چھاگلہ اور حمید دلوائی کو حاصل ہوئے لیکن وہ اسلام کا کچھ بگاڑ نہ پائیں گے جس کی حفاظت کے لیے ہر مسلمان عورت و مرد اپنی جان فدا کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمد۔

مولانا محمد اویس نگرامی

پیام قرآن

وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ (فتح ۱) اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے

اس زمانہ میں آئے دن کچھ نہ کچھ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن سے دل دہل جاتے ہیں۔ کہیں سیلاب پوری پوری بستیوں اور ہری بھری کھیتیوں کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور کہیں آبادی کا بڑا حصہ آگ کے شعلوں کے نذر ہوتے ہوئے نظر آتا ہے، کہیں سمندر کی گہرائیوں میں انسانوں سے بھرے ہوئے جہاز ڈوبتے دکھائی دیتے ہیں، کہیں ہوائی جہاز اور ریلوں کے حادثے انسانی نعشوں کا ڈھیر لگائے ہوئے ہیں، غرض یہ دنیا اب حوادث کا مرقع بن کر رہ گئی ہے، جو لوگ کسی بات پر غور و فکر کے عادی نہیں ہیں ان کے لیے یہ باتیں اس سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتی ہیں کہ وہ حیرت و افسوس کے چند کلمات اپنی زبان سے کہہ دیں اور پھر اپنے کاموں میں لگ جائیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان حادثوں کے اسباب پر غور کرتے ہیں لیکن ان کے سوچنے اور غور کرنے کی حد صرف ظاہری اور مادی ہوتی ہے وہ اپنے علم و عقل کی طاقت سے ان حادثوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے جب ان حادثوں کو آنا ہوتا ہے تو

آ ہی جاتے ہیں اور تمام ظاہری تدبیریں رکھی رہ جاتی ہیں، جو لوگ اس قسم کے ہولناک واقعات کے لیے کوئی نہ کوئی ظاہری سبب تلاش کر کے اپنے دل و دماغ کو تسکین دے لینا چاہتے ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بالفرض ان تمام ظاہری اور مادی اسباب ہی کو ان حادثوں کا حقیقی سبب تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس کا کیا جواب ہے کہ آخر قدرت ہمارے حق میں "نعوذ باللہ" اس قدر بے رحم کیوں ہے کہ آن کی آن میں وہ صدیوں کی تہذیب و تمدن کے نشانات کو مٹا کر رکھ دیتی ہے جو ایک لحظہ میں بڑی بڑی آبادیاں خاک میں ملا دیتی ہے۔ پل بھر میں ہری بھری کھیتیاں تباہ ہو جاتی ہیں؟ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جن حادثوں کے آج ہم شکار ہو رہے ہیں اسی رنگ کے کچھ واقعات پہلے بھی پیش آ چکے ہیں۔ نوح علیہ السلام پیغمبر کی قوم کی تباہی کا جب وقت آیا تو آسمان سے پانی کے دہانے کھل گئے، زمین کے چشمے ابل پڑے اور حضرت نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کے سوا سب تباہ ہو گئے۔ عاد جن کو اپنے تمدن اور اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا ان پر سات رات آٹھ دن تک لگاتار ایسی ہوا چلی کہ ان کو نیست و نابود کر گئی، مکانات رہ گئے مگر ان میں رہنے والے نہ باقی رہے۔ یہ ہوا جس چیز پر سے گزر جاتی اس کو پرانی ہڈی کی طرح چور چور کر دیتی تھی۔ ثمود حد اپنی دنیا طلبی میں بدمست ہو رہے تھے کہ رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز اور کڑک دار بجلی نے ہر شخص کو ہلاک کر دیا، ان کی بستیوں کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں۔

لوط علیہ السلام پیغمبر کی قوم کا دردناک انجام بھی بھولنے والا نہیں ہے سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز پیدا ہوئی اور پوری بستی الٹ گئی، پتھروں کی بارش ہوئی اور سب ختم ہو گئے۔

فرعون کی تاریخ پڑھی جائے تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے اہم واقعات ان پر گزر گئے، قحط پڑے، پھلوں کا نقصان ہوا، طوفان آئے، ٹڈی دل نے کھیتوں کو برباد کر دیا، دریاؤں اور کنوؤں کا پانی پینے کے لائق نہ رہا، آخر میں بحر قلزم کی موجوں میں یہ قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی۔

مکہ معظمہ میں چڑھائی کے وقت ابرہہ کے لشکر پر جو کچھ گزری تاریخ عرب کے صفحات اس سے بھرے ہوئے ہیں، ابھی اس کا لشکر مکہ تک نہیں پہنچا تھا کہ پرندوں کے غول کے غول آئے اور سنگریزوں کی بارش شروع کر دی تھوڑی دیر میں پورا لشکر زیر و زبر ہو گیا۔

خوب غور کیجیے۔ یہ حالات مادی ہی رنگ میں پیش آئے، جو لوگ مادی اور ظاہری اسباب ہی کو ہر چیز کا حقیقی سبب بتانا چاہتے ہیں، اگر وہ ان واقعات کو تسلیم کریں تو ممکن ہے ان کی بھی کوئی ظاہری اور مادی توجیہہ کر لیں لیکن اس کو کیا کیجیے کہ یہ بہت ہیبتناک واقعات اپنے اپنے زمانہ میں حق و ناحق کا معیار بن گئے۔ جو لوگ سچائی کو مانتے تھے وہ ان غم انگیز حادثوں سے بچ گئے، اور جو لوگ سچائی کو جھٹلاتے تھے، خدا کی زمین کو فتنہ و فساد سے خراب کرتے تھے وہ تباہ و برباد ہو گئے، ایسا کیوں ہوا؟ کیا اس کی بھی کوئی ظاہری اور مادی توجیہہ ممکن ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ دردناک اور غم انگیز واقعات جو اب ہم کو پیش آ رہے ہیں ان کے ظاہری اسباب ہی حقیقی سبب نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ ظاہری اور مادی اسباب جس کے قبضہ و قدرت میں ہیں اصل معاملہ اس کے ارادہ و اختیار کا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ اس ذات حق کو اپنے بندوں سے رحمت کا تعلق ہے زحمت کا نہیں، اس لیے جن کپکپا دینے والے اور دلوں میں لرزہ ڈال دینے والے غیر معمولی حالات سے ہم کو سابقہ پڑتا ہے وہ محض طبعی اسباب کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ بے شبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الارم اور تنبیہ ہے کہ خدا کی اس زمین میں خدا کے بندوں کو اپنی حیثیت پہچاننا چاہیے یہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی فضائیں یہ بحر و بر، تری و خشکی جس کو تم اپنے علم و عقل کے زور پر اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہو اور تمھاری سب علمی و عملی قوتیں انھیں میں خرچ ہو رہی ہیں، یہ سب کی سب خداوندی لشکر ہیں، آج یہ چیزیں تمھاری راحت اور عیش و عشرت کا سامان ہیں لیکن گھڑی بھر میں یہی تمھاری ہلاکت و بربادی کا باعث بن سکتی ہیں۔

اس کے سوا کچھ حالات ایسے بھی تو پیش آتے ہیں جہاں تمھاری عقلیں حیران رہ جاتی ہیں تم جن کی کوئی ظاہری توجیہہ نہیں کر سکتے ہو اور ہار کر کہہ دیتے ہو کہ اتفاق سے ایسا ہو گیا اور اتفاق سے فلاں بات نہ ہو سکی، اس لیے یہ صورت پیدا ہو گئی تو خوب سمجھ لو کہ یہ "بخت و اتفاق" فلسفہ کے وہ نامراد الفاظ ہیں جو انسانی عقل کی شکست، عاجزی اور بیچارگی کی کھلی ہوئی نشانی ہیں، خدا کے یہاں کوئی چیز محض اتفاق سے نہیں ہو جایا کرتی ہے بلکہ ہر معاملہ کا ایک خاص نظام ہے۔ بعض نظاموں کے ظاہری اسباب تم پر کھول دیے گئے ہیں اور انھیں کے علم کو تم زندگی بھر کی کمائی جانتے ہو لیکن وہاں صورت یہ ہے کہ :—

وَمَا یَعۡلَمُ جُنُوۡدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (مدثر) اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر خود ہی۔

حاصل یہ ہے کہ ان غم انگیز اور روح فرسا واقعات سے سرسری طور پر گزر جانا یا ان کو محض مادی اسباب کے حوالہ کر کے اپنے کو مطمئن کر لینا ہرگز مناسب نہیں ہے خدا تو فرماتا ہے کہ ان حادثوں اور غیر معمولی واقعات کا مقصد یہ ہے کہ لوگ خواب غفلت سے جاگ اٹھیں اور ہوشیار ہوں۔

وَلَقَدۡ اَخَذۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ بِالسِّنِیۡنَ وَنَقۡصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ — اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت پائیں۔

پیغمبروں کے زمانہ کے متعلق اللہ کا قانون یہ ہے کہ ابتدائی تنبیہ کے طور پر گنہگاروں کو بیماری قحط اور دوسری سختیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ شاید لوگ شرارتوں سے باز آجائیں جب اس کا اثر نہیں ہوتا ہے تو خوش حالی کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ شاید احسانات سے شرما جائیں اور بدی چھوڑ دیں لیکن جب ظالم اس کا اثر بھی قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ اس رنج و راحت کو اتفاقات زمانہ کا سبب بتلاتے ہیں تو اس حد پر پہنچ کر ان کو خدا کا عذاب آدباتا ہے جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیات ۱۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑائیں پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہے ہمارے باپ داداؤں کو بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور ان کو خبر نہ تھی۔"

ہم کو اللہ تعالیٰ کے اس قانون کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہیے اور اللہ کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

"اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس لیے کہ آپہنچے ان پر آفت ہماری راتوں رات جب سوتے ہوں یا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آپہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤں سے سو بے ڈر نہیں ہوتے ہیں اللہ کے داؤں سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔"

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

— حکیم سید عبدالعلی حسنی

اہل بیت کی محبت

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا ۝ الاحزاب ۳۳ — اے (پیغمبر کے) اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی ۝ شوریٰ ۲۳ — آپ یوں کہیئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔

مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ۔ الحج ۔ ۳۲ — جو شخص دین خداوندی کے ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ رکھنا خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے

اہل بیت کی محبت ایمان کی علامت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع) خم نامی تالاب کے پاس کھڑے خطبہ فرما رہے تھے، آپ نے اللہ کی حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا! اما بعد میں بھی ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ میرے پروردگار کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کو قبول کروں (اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں) میں تم میں دو اہم چیز چھوڑنے والا ہوں، ان میں اول اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت و نور ہے پس تم اللہ کی کتاب لو اور اس کو مضبوطی سے پکڑو، پھر اللہ کی کتاب کی ترغیب دی اور رغبت

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

دلائی۔ پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے گھر والے۔ میں تم کو یاد دلاتا ہوں ان کے بارے میں اللہ کو۔ تم کو یاد دلاتا ہوں ان کے بارے میں اللہ کو (۱) (رواہ مسلم)

اہل بیت کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو نکلے، آپ کالے بالوں کی (کامدار) چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں حضرت حسنؓ بن علیؓ آئے آپؐ نے ان کو چادر میں لے لیا پھر حضرت حسینؓ آئے وہ بھی (حضرت حسنؓ کے ساتھ) چادر میں آگئے، (تھوڑی ہی دیر میں) حضرت فاطمہؓ تشریف لے آئیں ان کو بھی آپؐ نے چادر کے جلو میں کر لیا اتنے میں حضرت علیؓ بھی تشریف لے آئے ان کو بھی آپؐ نے (اسی) چادر میں داخل کر لیا، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور فرمادے اور تمہیں خوب پاک کردے (۲) (رواہ مسلم)

---

(۱) اس حدیث میں اہل بیت کی بڑی منقبت اور فضیلت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوری امت کو اہل بیت سے محبت ہونی چاہیے (منتہی الافکار) موطا کی ایک روایت اور بعض دوسری صریح روایتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دو اہم اور غیر معمولی چیزیں اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت ہیں، جن کی تائید قرآن مجید کی آیات سے بھی ہوتی ہے اس روایت کے الفاظ سے دوسری چیز کا اہل بیت ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کی حقوق کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے، تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے جو حقوق ہیں ان کو نبھائے جائیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، شرح حدیث ثقلین، مولانا عبد الشکور لکھنوی ترجمان السنہ جلد اول مولانا بدر عالم میرٹھی، تحفہ اثنا عشریہ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی

(۲) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے فرمایا ہے کہ محققین اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اگرچہ آیت میں خطاب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے لیکن اہل بیت اس بشارت میں داخل ہیں (تحفہ اثنا عشریہ)۔

... ...

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی خدا کے رسولؐ کی ناراضگی

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہ میری جزو (بدن) ہے (میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے) جس نے فاطمہ کو ناراض کیا (گویا کہ) اس نے مجھے ناراض کیا۔ (رواہ بخاری)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی محبوبیت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حسنؓ بن علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی محبت کر۔ (رواہ بخاری)

حضرت حسنؓ کی رسول اللہ سے مشابہت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن بن علی سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہ تھا۔ (رواہ البخاری)

جگر گوشہ رسولؐ کے بدبخت قاتلین کی مذمت

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عراق والے مکھی کے مارنے کا مسئلہ تو پوچھتے ہیں (حالانکہ انہی لوگوں نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (پیاری) بیٹی (حضرت فاطمہؓ) کے لاڈلے (حضرت حسینؓ) کو قتل کر ڈالا (جبکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں (حسن وحسین) دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔ (رواہ البخاری)

اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اہل بیت میں آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا حسن وحسین۔ آپؐ حضرت فاطمہؓ سے فرماتے میرے دونوں بچوں کو بلاؤ پھر آپؐ ان دونوں کو سونگھتے اور لپٹا تے۔ (رواہ الترمذی)

حسنینؓ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؓ وحسینؓ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے (رواہ الترمذی)

حضرت علیؓ کی محبت ایمان کی علامت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ تمام مومنوں کے محبوب ہیں (رواہ الترمذی)

حضرت علیؓ سب کے محبوب ہیں

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس کے محبوب ہیں (۱) (رواہ الترمذی)

حضرت علیؓ کا مرتبہ ومقام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہو۔ (رواہ الترمذی)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کا مقام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی پر رشک نہیں کیا سوائے حضرت خدیجہؓ کے۔ حالانکہ میری شادی سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا مگر آپؐ ان کا کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا تھا کہ ان کو (خدیجہؓ) موتی کے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری دے دیں۔ آپ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو اتنا ہدیہ بھیجتے جو ان کو کافی ہوتا۔ (بخاری شریف)

(۱) روافض نے اس حدیث کو موڑ توڑ کر اپنے من چاہے معنیٰ پہنانے کی کوشش کی ہے اور اس سے حضرت علیؓ کی امامت وخلافت بلافصل کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے ایک مجتہد نے اس کی ثبوت کی خاطر کئی جلدیں لکھ ڈالیں لیکن اس میں صرف بات کی تنگڑ بنا کر عمارت تعمیر کرنی چاہی ہے جو لا حاصل اور بے سود ہے (منتہی الافکار) یوں حدیث سند کے اعتبار اس درجہ کی نہیں کہ اس سے ایسا اہم استدلال کیا جاسکے۔ دوسرے شواہد وہ "حسنؓ" کے درجہ تک پہونچتی ہے (حاشیہ جامع الاصول از عبدالقادر ارناؤوط)

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

اے خُدا!

اے خُدا آپ ہیں خالقِ دو جہاں
مالکِ جُزو کل، رازقِ انس وجاں
چاند، سُورج، ستارے، زمیں، آسماں
قدرتِ کاملہ تیری سَب سے عیاں
ہے سبھی کی زباں پر یہی اک صدا
اے خُدا، اے خُدا، اے خُدا، اے خدا

ذات سے تیری کلیوں میں رَعنائیاں
اور پھُولوں میں خوشبُو و رنگینیاں
نور و نکہت کی دُنیا میں ارزانیاں
عالم رنگِ و بُو میں ہے گلکاریاں
ان سے ظاہر ہے حکمت تری بے بہا
اے خُدا، اے خُدا، اے خُدا، اے خُدا

اے خدا، تجھ سے ذرّوں میں تابندگی
چاند، سُورج، ستاروں میں رَخشندگی
تو نے مجھ کو عطا کی اہم زندگی
تاکہ ہر دم کروں میں تری بندگی
قوتِ بندگی دے مجھے تو سدا
اے خُدا، اے خُدا، اے خُدا، اے خُدا

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

اے خدا! ہر نفس تیرا محتاج ہے
ہر مکاں، ہر مکیں پر ترا راج ہے
تیری ہر جا حکومت خدا! آج ہے
بادشاہی کا سر پہ ترے تاج ہے
سچ یہ ہے کوئی ثانی نہیں ہے ترا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

اے کریم و رحیم و حکیم جہاں!
تو ازل سے ابد تک بڑا مہرباں
تیری حمد و ثنا میں کروں کیا بیاں
لائقِ حمد میری زباں ہے کہاں
مجھ کو توفیقِ حمد و ثنا کر عطا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

محمد کاظم ندوی

دل میں تو تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تیری پہچان یہی ہے

حضرت مولانا محمد ثانی حسنی

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا!

یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے اس مہینہ میں چند ایسے اہم واقعات پیش آئے ہیں جن کا براہ راست تعلق سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہٗ سے ہے اور آپ کی وجہ سے پوری مسلمان قوم بلکہ ساری انسانی دنیا اس سے وابستہ ہے یہ مہینہ اپنے دامن میں مسرت و شادمانی کے ساتھ ساتھ عبرت و نصیحت کے بے شمار جواہر پارے رکھتا ہے وہ ایک طرف ساری دنیا کو خوشی کا ترانہ سناتا ہے تو دوسری طرف ایک بڑی ذمہ داری سونپتا ہے۔ ایک وقیع امانت سپرد کرتا ہے جس امانت کی سب سے بڑی ذمہ دار وہ مسلمان قوم ہے جس کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

صبحِ سعادت

نو ربیع الاول کی مبارک تاریخ تھی کہ اس اندھیری دنیا میں ایک روشنی نمودار ہوئی جس نے سارے عالم کو جگمگا دیا۔ یعنی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور بھٹکتی اور بہکتی دنیا کو سیدھے راستہ پر لگایا۔ وہ صبح سعادت تھی جس کے انتظار میں سعید روحیں زمانہ سے بے چین و مضطرب تھیں جس کی آمد کی جلیل القدر انبیاء نے پیشین گوئی

کی تھی۔ یہ سعادت عرب کے مبارک شہر مکہ کو نصیب ہوئی کہ دنیا کی اندھیر نگری کو روشن کرنے کے لیے اس پاک شہر کے ایک معزز قبیلہ، قریش کے فرزند ارجمند کو انتخاب کیا گیا حالیؔ نے کہا ہے۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

بعثت نبوی

ربیع الاول کے مہینہ میں اور نویں تاریخ کو آپؐ نے رسالت کا تاج پہنا آپ کے پاس غار حرا میں خدا کا پیغام آیا، آپ کو بعثت نصیب ہوئی اور آپ کو نبوت عطا کی گئی، اسی تاریخ سے آپؐ نے اپنی قوم کو توحید کا سبق پڑھایا اور پھر پھر کر لوگوں کو خدا کا پیام سنایا اور انسانوں کو خدا کی طرف دعوت دینی شروع کی، کبھی کوہ صفا پر چڑھے، لوگوں کو جمع کیا اور ایک اللہ کی طرف بلایا اور اسلام کی دعوت دی، کبھی میلوں مجمعوں میں پہنچ کر شرک و بت پرستی کی برائی کی، کبھی مکانوں پر پہونچے اور ایمان کا سبق سنایا، اپنے بیگانے بنے، غیر جو تھے وہ دوست ہوئے خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھائیں لیکن آپ نے ہر تکلیف کو جھیل کر اپنا کام کیا۔ یہ مہینہ اس حیثیت سے بھی عظیم تر ہے کہ آپ کو قرآن شریف کا نسخۂ کیمیا ملا، آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی، آپ کی ذات اب ایک عام آدمی کی طرح نہ تھی بلکہ آپ ایک داعی کی حیثیت سے مکہ والوں کے سامنے آئے، آپ بشیر و نذیر بن کر لوگوں سے ملتے، آپ کے حق میں اب خدا کا یہ ارشاد وارد ہوا تھا۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا — ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس حیثیت سے کہ آپ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں

بعثت کے بعد پورے تیرہ (۱۳) سال تک آپ مکہ مکرمہ میں رہے اور بے شمار دشوار گزار مرحلے آئے، آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، آپ کے چچا ابو طالب کو دھمکی دی گئی، آپ کو مع خاندان

کے تین سال تک شعب ابی طالب میں قید ہونا پڑا۔ آپ کی خدمت میں وفد آیا اور ہر طرح کی لالچ دینے کی کوشش کی گئی، گردن مبارک میں چادر الجھائی گئی، آوازے کسے گئے طائف کی وادی میں پتھروں کی بارش کی گئی جس کی وجہ سے پیر مبارک لہولہان ہو گئے اور ان اذیت رساں واقعات کے بعد بھی آپ نے تکلیف دینے والوں کے حق میں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن — اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ لوگ جانتے نہیں

آپ کی دعوت حق میں کمی نہ آئی بلکہ دعوت حق بڑھتی گئی، آپ کے عزم و ہمت میں کمزوری نہ آئی بلکہ اور زیادہ مضبوطی پیدا ہوئی، آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی بلکہ اور قوت پیدا ہو گئی آپ کے ساتھی کم نہ ہوئے بلکہ اور بڑھتے گئے، مخالفین نے بھی مخالفت و دشمنی کا ہر حربہ استعمال کیا اور ایمان لانے والوں پر مکہ کی زمین تنگ ہوتی گئی آخر کار تیرہ سال کی مسلسل جد و جہد کے بعد مکہ کی سرزمین چھوڑ دینے کا حکم آیا۔

ہجرت

ہجرت کی ابتداء ربیع الاول سے تین دن پہلے ہوتی ہے لیکن غار ثور سے روانگی یکم ربیع الاول کو ہوئی اور اس ماہ مبارک کا نصف اول اسی ہجرت میں گزرا، ہجرت نبوی آپ کی زندگی میں اہم ترین واقعہ ہے اور ساری امت کے لیے سبق ہے، یہ ہجری ماہ ساری امت کو پکار پکار کر دین کی خاطر ہجرت کا سبق دیتا ہے، وہ اعلان کرتا ہے کہ دین کی حیثیت اتنی بلند و بالا ہے کہ اس کے لیے اگر وطن چھٹتا ہے تو چھٹے، عزت مٹتی ہے تو مٹے، اعزا و اقربا سے قطع تعلق ہوتا ہے تو ہوا کرے، وہ کہتا ہے کہ جو لوگ دین سے زیادہ اپنے وطن اپنے گھر، اپنے عزیز اپنی دولت، اپنے وقار، اپنی عزت اور اپنے آرام و راحت کو عزیز رکھتے ہیں ان کو اس ماہ میں خوشی منانے کا کوئی حق نہیں۔

قل ان کان آباؤکم وابناءکم واخوانکم وعشیرتکم واموالِ اقترفتموھا وتجارۃٌ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احبَّ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے باپ دادا اور تمھاری اولاد اور تمھارے بھائی بند اور تمھارا گھرانا اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور جگہیں جو تم کو اچھی پسند

الیکم من اللہ ورسولہ وجہادٍ فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یہد القوم الفاسقین ٥

ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب لائے اور اللہ برے لوگوں کو ہدایت نہیں بخشتا

اسلام میں پہلا خطبہ

آٹھ ربیع الاول سنہ ۱ھ کو آپ نے قبا میں قیام فرمایا اور بارہ ربیع الاول کو ایک عظیم الشان اور اسلام میں پہلے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خوف خدا، یوم آخرت، تقویٰ و پرہیزگاری اور دوسرے اہم ترین ارشادات فرمائے اور پاک دامنی کی زندگی کی دعوت دی، ہم کو اس خطبہ کو پڑھنا چاہیئے اور ربیع الاول کے ماہ کے اس پیام کو سننا چاہیئے اور اپنی زندگی ان ارشادات کی روشنی میں گزارنا چاہیئے تب ہم اس ماہ میں حقیقی مسرت و خوشی منانے کے قائل ہوں گے۔

وصالِ نبویؐ

بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کی بارہ تاریخ کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اندھیری دنیا کو روشن بنا کر اور گمراہ کن انسانوں کو راہ حق پر لگا کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملتے ہیں، آپ نے اپنی زبان مبارک سے جو آخری الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ اس ماہ مبارک کا آخری تحفہ ہے، وہ آخری امانت ہے جس کی حفاظت ہمارے آپ کے ذمہ ہے وہ آخری وصیت ہے جس کو پورا کرنا ہم پر فرض ہے آپؐ نے فرمایا:

الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ وما ملکت أیمانکم   نماز نماز اور لونڈی غلام

مضمون کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) آپ کی آمد۔ آپ سے محبت اور تعلق کا اظہار کرنے کی دعوت دیتی ہے (۲) آپ کی بعثت۔ خدا کے دین کی خدمت اور اس راہ میں ایثار و قربانی کا سبق دیتی ہے (۳) آپ کی ہجرت۔ اللہ و رسول کے لیے اپنے گھر بار، اعزا و اقربا کو چھوڑنے کی داعی ہے۔ (۴) پہلا خطبہ۔ نجی زندگی کی اصلاح اور تقویٰ و پرہیزگاری کا پیام ہے (۵) آخری الفاظ۔ نماز کی پابندی اور حسن اخلاق کا اختیار کرنا۔

اگر یہ صفات ہم نے حاصل کر لیں اور اس ماہ میں ان کو اپنا کر زندگی میں انقلاب پیدا کیا تو ہم اس کے حقدار ہیں کہ اس ماہ میں خوشی منائیں ورنہ سخت احسان فراموشی ہوگی کہ ہم صرف تعلق و محبت کا اظہار کرتے رہیں اور آپ کے ارشادات اور احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے زندگی گزاریں۔ ••

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی
۱۸۷ - منہاج پور، الہ آباد

مناجات

خداوندا! مری تقدیر چمکے   مثالِ شاہِ عالمگیر چمکے
اُتر جائیں دلوں میں میری باتیں   میں بولوں تو مری تقریر چمکے
مرے ہر قول کے پہلو بہ پہلو   تری آیات کی تفسیر چمکے
گہر برسیں قلم جب ہاتھ میں لوں   میں لکھ دوں تو مری تحریر چمکے
مرا ہر شعر باطل کے مقابل   بہ شکلِ خنجر و شمشیر چمکے
مجھے وہ پاکیٔ داماں عطا کر   جو مثلِ آیتِ تطہیر چمکے
مجسّم ہو کے مثلِ روزِ روشن   مرے ہر خواب کی تعبیر چمکے
قدم چومے مرے فیروز مندی   تری تائید کی تاثیر چمکے
عطا کر دے مجھے وہ کیمیائے   مرے فتراک کا نخچیر چمکے
عبادت، زہد و تقویٰ، فقر و فاقہ   مرے اسلاف کی جاگیر چمکے
مرے بیٹے جہاں میں یونہی چمکیں   کہ جیسے شبّرؑ و شبیرؑ چمکے
میں کر جاؤں کوئی کارِ نمایاں   کتابوں میں مری تصویر چمکے
میں کچھ بھی تو نہیں لیکن الٰہی   تری بخشش ہوئی تو قیر چمکے

کرم کر دے طفیلِ بے نوا بھی
مثالِ شعلۂ تنویر چمکے

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

تیسری قسط۔ گذشتہ سے پیوستہ

"خاک میں لے کے چلا ذوقِ تماشا مجھ کو"

از اُمِّ ھانی

ہمہ تن ہستیٔ خوابیدہ میری جاگ اٹھی
ہر بُن مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو
کون سی بزم میں آتے ہیں جوانانِ چمن
خاک میں لے کے چلا ذوقِ تماشا مجھ کو

خاک و دھند میں لپٹی نورانی صورتیں، سفید براق لباس اور لبیک لبیک کی صدا

اللہ اللہ! عرفات کے میدان کا یہ روح پرور منظر —!

آج ۱۴ ستمبر ۸۴ء مطابق ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ ہے۔ سارے حج کا نچوڑ یہی عرفہ ہے حج کی قبولیت کے فیصلے کا دن یہی ہے۔ آہ! دل چاہتا ہے کہ عرفات کے میدان میں گذرنے والے یہ چند گھنٹے طویل سے طویل تر ہو جائیں۔ ذکر و دعا کا شغل لامحدود ہو جائے۔ اشکوں سے خاکِ عرفات تر ہو جائے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ ایک ایک لحظہ اپنے رب سے نزدیک تر ہوتے جائیں۔

کبھی ذکر و تسبیح کرتی ہوں، کبھی تہلیل و تلاوت میں مشغول ہوں۔ جب آنسوؤں کا پردہ

نظروں کے سامنے حائل ہو جاتا ہے تو پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوں۔ گڑگڑا کر اپنی سیہ کاریوں پر بین کرتی ہوں اور خدا سے رحمت —— و نجات کے لئے دستِ سوال اٹھاتی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ یہ سجدہ ریز خاک آلود پیشانی یونہی جھکی رہے۔ اللہ کے حضور خود کو قربان کر دوں کبھی ایک عجیب و غریب کیفیت امڈتی ہے کہ آج چند لمحوں کے لئے ہی سہی اس مقدس مقام پر زمین و آسمان کے سوا کوئی نہ ہو۔ اور عرفات کے لق و دق صحرا میں یکہ و تنہا اپنی پیشانی کو رب ذوالجلال کے آگے رگڑتی رہوں آہ و زاری کرتی رہوں تمام وجود خاک آلودہ کر لوں۔!

تمنا ہے کہ خاکِ پاک کا پیوند ہو جاؤں

گذشتہ کئے ہوئے ہر گناہ یاد آ رہے ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی غلطیاں سر اٹھائے کھڑی ہیں بڑے بڑے عصیاں بوجھ بنے جسم کو جھکائے ڈال رہے ہیں نفس کی شرارت سے مغلوب ہو کر جو بھی غلطیاں کی تھیں وہ مجسم ہو گئی ہیں۔!

اے اللہ توبہ قبول فرما! اے اللہ مغفرت فرما! اے اللہ اپنی غفاری و کریمی کا سایہ کر

ہم کیا اور ہماری دعا کیا ——

حج الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقوفِ عرفات میں جو حج کا رکن اعظم ہے غروب آفتاب تک دعا و مناجات میں مصروف رہے عاجزی و بے چارگی کے ساتھ اپنے مالک حقیقی کے حضور آہ و زاری میں مشغول رہے دعا میں آپؐ اپنا دست مبارک سینہ تک اٹھائے تھے جیسے کہ کوئی سائل اور مسکین نانِ شبینہ کا سوال کر رہا ہو۔ آپؐ نے یہ دعا مانگی۔

" اے اللہ تو میری سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ و ظاہر کو جانتا ہے تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، پریشان ہوں، ہراساں ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتے ہیں۔ تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن

تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کئے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے رب تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا۔ اے سب مانگنے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے اچھے"!

آج اسی ہادی برحق، مونس بے کس، رحم دل و مہربان نبی کی یہ دل شکستہ امت، اے مالک دو جہاں! تجھ سے دعا گو ہے ہم تیرے حضور سروں کو خم کئے ہوئے ہیں۔ ہماری پیشانیاں اس سرزمین کو مس کر رہی ہیں جس زمین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں نے چھوا۔ اے اللہ ہم داغوں سے پر اعمال لیکر آئے ہیں۔ ہم اپنے گناہوں پر نادم ہیں مگر ہمارے دل اسوقت اخلاص کے ساتھ تیرے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ شرمساری کے آنسو سچے ہیں مالک! ان کی لاج رکھ لے ہماری محنتوں کو رائگاں نہ جانے دے۔ ہمارے حج کو قبول فرما! اے اللہ تو ستر ہزار ماؤں سے بھی زیادہ اپنے بندوں کو پیار کرتا ہے۔ ہماری نافرمانیوں سے درگزر کر۔ اس تہی دامنی کو اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دے!

ہانیؔ گنہگار سہی پھر بھی اے خدا
ہانیؔ کو تیری شانِ کریمی پہ ناز ہے

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں

معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

بیٹھا ہوا توبہ کی تو خیر منایا... کر
کٹتی نہیں یوں جوہرؔ اس دیس کی برساتیں

محمد علی جوہرؔ

نعت شریف

غلام رسول صادق منصوری

مضطرب ایسا کیا عشقِ نبیؐ نے مجھکو
دی نہ راحت ہی کبھی پھر مرے جی نے مجھکو

لطفِ معراج دیا نیم شبی نے مجھکو
اور دی نیم شبی درسِ نبیؐ نے مجھکو

دی بشارت یہ حدیثِ نبوی نے مجھکو
دیکھا اللہ کو، دیکھا جو کسی نے مجھکو

سوچ کر رکھنا قدم حدِ ادب میں رہنا
دی یہ آواز مدینہ کی گلی نے مجھکو

عشق یہ ہے کہ ہر اک زخم "احد" بول اٹھے
یہ دیا درس بلال حبشیؓ نے مجھکو

دل سیاہ ہو تو رہے فیضِ نبیؐ سے محروم
بات سمجھائی یہی بولہبی نے مجھکو

ویسے قرآن ہدایت کے لیے کافی تھا
راہ دکھلائی حدیثِ نبوی نے مجھکو

اُمتی کہہ کے پکارا سرِ محشر یارو
شرف بخشا یہ رسولِ عربیؐ نے مجھکو

ہو گا دیدارِ نبیؐ ہو گا، یقیناً صادق
زندہ رکھا اسی اُمیدِ قوی نے مجھکو

مولانا عبدالکریم پاریکھ

کامیاب نکاح

کامیاب نکاح وہ ہے جہاں حدود شریعت کو پامال نہ کیا گیا ہو خوشی خوشی سب کام پوری سادگی سے انجام پائے۔ دلہن گھر آئی اس کو ماں باپ پر جہیز تلک سے متعلق کوئی اعتراض نہ ہوا۔ ہنسی خوشی ہر چھوٹے بڑے نے نئی دلہن کا استقبال کیا، آنے والی نے اپنی ساس اور خسر کو ماں باپ کی جگہ سمجھا، شوہر کو اپنا سرتاج مانا۔ ادھر دلہا نے اس دلہن کو پاکر اپنا بقیہ آدھا ایمان پورا کر لیا۔ رشتۂ حیات میں منسلک اس نئی شریک حیات کا محافظ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں لگ گیا۔ دلہن نے نند اور دیور کو اپنے بہن بھائی مانا۔ گھر کے کام کاج کو سر لیا۔ دھوبی درزی کے گھر جانے والی رقم کو حتی الامکان روک لیا۔ گھریلو اخراجات میں اصلاح اور کفایت شعاری سے بچت بھی اچھی خاصی کر لی۔ پھر ایک مسلم عورت اپنے فرائض کی ادائیگی میں نماز اور تلاوت کلام مجید سے خدا کی برکت کا ظہور ہونے کا سبب بنی۔

دلہن نے آتے ہی گھر میں نہایت ہی سلیقہ سے رکھ رکھاؤ کر دیا۔ میاں جب گھر آئے ہنس مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔ ہر طرح کی زینت و آرائش صرف اپنے شوہر کیلئے کی کہ دولہا کو دنیا میں صرف اپنی دلہن کی خوبصورت اور خوب سیرت معلوم ہوئی۔ اولاد کی پرورش و تعلیم و تربیت میں

وہ سلیقہ کہ محلہ پڑوس میں اس گھر کے بچے مثالی بچے کہے جانے لگیں شوہر کے آنے پر کوئی شکوہ شکایت اس کی ماں بہن کی مطلق نہیں۔ محلہ پڑوس میں کسی سے بھی لڑائی جھگڑا مول نہیں لیا۔ نئے ماں باپ اور نئے بھائی بہن اس دلہن پر ایسے فدا کہ میکہ چلی جائے تو نیا گھر سونا اور سسرال آجائے تو پرانے گھر کے لوگ دیدار کو ترس جائیں! اچھا گھر سنسار وہ ہے جہاں ہر وقت کوئی نہ کوئی کام میں مصروف رہے یا پھر نماز میں مشغول ہو، کوئی تلاوت کر رہا ہو کوئی اچھی کتابیں پڑھے، یہ سب کام میاں بیوی اور گھر کے سارے لوگ ایک دوسرے کے تعاون سے جاری رکھے ہوئے ہوں۔

نیا گھر بسا کر دوسرے رشتہ داروں سے نبھاؤ اور بناؤ کو وسیع پیمانہ پر قائم کر دیا گیا خیر خیرات اجر آخرت و رضائے الٰہی کی نیت سے جاری ہوں مساکین کو کھانے کھلائے جائیں گو غربت ہو تنگدستی ہو تو سالن میں پانی کچھ زیادہ ڈال دیں مگر راہ خدا میں کچھ نہ کچھ اس کے غریب بندوں کو دیتے جائیں۔ توبہ استغفار، انابت الی اللہ یہ سب کام ہوں تو چغلی غیبت کا موقع ہی نہ آئے۔ گھر کو شمع نبوت سے ایسا روشن کر دیا جائے کہ اندھیاریاں لاپتہ ہوں۔ یہ تمام باتیں نکاح کی کامیابی کا ثبوت ہیں، ایک اچھے خاندان کی بہترین خوبی یہ ہے کہ افراد کا باہمی ربط و ضبط جو گھر کے افراد کے درمیان محبت و چاہت ہو ایک دوسرے کے دمساز ہوں کوئی بھی سنگدلی کا مظاہرہ نہ کرے نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔

دین حنیف اپنے ماننے والوں کو بنیان مرصوص دیکھنا چاہتا ہے یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ اس مضبوط دیوار کا سنگ بنیاد وہ خاندان ہے جو عورت و مرد باہم مل کر وجود میں لائے ہیں۔ خاندان کی اساس عورت و مرد کے تعلقات خراب ہونے سے درہم برہم ہو جاتی ہے۔ ابلیس لعین کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی کہ میاں بیوی میں رنجش پیدا کر دے اور بس باقی تمام کام آخری مرحلہ پر میاں بیوی خود ہی کر ڈالتے ہیں لیکن کامیاب نکاح والے گھر کے افراد ابلیس کو اس محاذ پر دفن کر کے رہتے ہیں۔ ایسی کامیاب گھریلو زندگی کا نسخہ خود قرآن پاک میں رب اعلیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ — اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے نام پر سوال کرتے ہو اور قرابت

بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ (نساء: ۱) کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچتے رہا کرو۔

رشتۂ قرابت میں آدمی کے لیے نیک بن جانے کے بعد اس کی بیوی بڑا اہم مقام رکھتی ہے آدمی کو چاہیے کہ ہر طرح اپنی زوجہ کی دین و دنیا کی مسرتوں کا پورا خیال رکھے حدیث شریف میں اچھا آدمی اسی کو کہا گیا ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے خیر ہی خیر ہو۔

شوہر کے لیے ضروری ہے کہ اپنی بیوی کی زینت و آرائش کا زیور خود ہی بن کر دکھائے۔ اس کی دلچسپی میں تعاون کرے، گھریلو کام کاج میں جتنا بن سکے تعاون کرے۔ بیوی کو نوکر چاکر کی طرح نہیں بلکہ گھر کی ملکہ اور خود اپنا آدھا ایمان تسلیم کرے۔ گھر میں رہتے وقت خود بھی اپنے آپ کو اچھے لباس میں بیوی کی توجہ کا مرکز بنا دے۔ جو لوگ باہر تو بہت بن سنور کر جاتے ہیں اور گھر پر پھٹی لنگیاں اور میلی بنیان پہن کر رہتے ہیں انھیں کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے اپنے لباس کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ بیوی جب باہر جائے تو بہترین لباس میں جائے اور گھر میں سر جھاڑ اور منہ پھاڑ بیٹھی ہو۔ ایسی بہن کامیاب نکاح کا لطف حاصل نہیں کر سکتی، اسی طرح جو بھائی اپنے دوست احباب میں خوب بن سنور کر جائے اور گھر میں اپنی زوجہ کی کشش سے لاپرواہ ہو وہ بھی اس مسرت سے محروم رہے گا۔

بازار سینما اور ناٹک میں دیکھنے والے مرد عورت اپنی زینت و کشش میں بازاری حد تک آرائش کرتے ہیں گھریلو زندگی والے جب ان دائروں میں اپنے جوڑے کا تصور کرتے ہیں تو انھیں بڑی مایوسی ہوتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ہم گھریلو فضا کو نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ رکھیں پھر دیکھیے بازار کی زینت اور گھر کی زینت کا مقابلہ ہو تو سکون قلبی انشاء اللہ ہر مومن کے گھر میں میسر ہوگا، حقیقی کشش طہارت، پاکیزگی، ستھرائی اور سلیقہ مندی میں پائی جاتی ہے۔ ملت کے بھائی بہنوں کا خیال اس طرف آئے تو انشاء اللہ گھر کو جنت بناتے دیر نہ لگے گی۔

مدیر محمد حسنی پرنٹر پبلشر نے تنویر پریس سے چھپوا کر ۱۰ گوئن روڈ لکھنؤ سے شائع کیا

خزینۃ الکتب ندوۃ العلماء

مولانا عتیق احمد بستوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

کیا ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۲۵

نادار مطلقہ کی مشکلات کا واقعی حل ہے؟

> نفقہ مطلقہ سے متعلق سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے نے قانون فوجداری کی دفعہ ۱۲۵ کو بحث و نظر کا موضوع بنا دیا ہے اس کے سلسلے میں ایک ترمیمی بل پارلیمنٹ میں پیش ہو چکا ہے۔ اس لیے آیئے ہم قانون فوجداری کی دفعہ ۱۲۵ پر جذبات سے بلند ہو کر حقیقت پسندانہ نظر ڈالیں اور جائزہ لیں کہ کیا واقعی قانون فوجداری کی یہ دفعہ نادار مسلم مطلقہ کی مشکلات کا مکمل حل پیش کرتی ہے۔ اور اسمیں نادار مطلقہ کے درد کا پورا مداوا موجود ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اس دفعہ کے نقائص کا جائزہ لیں کہ اسمیں کیا کیا جھول ہے اور کن کن پہلوؤں سے رہے ہے؟

ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے آیئے ہم دفعہ ۱۲۵ کے اس حصہ کا مطالعہ کرلیں جو مسلم مطلقہ عورت سے متعلق ہے۔

"بیوی بچوں اور ماں باپ کو نفقہ دلانے کا حکم"

دفعہ ۱۲۵ (۱) اگر کوئی شخص جسکی معقول آمدنی ہو اور گذارہ کی استطاعت رکھتا ہے لیکن حسب

ذیل لوگوں کو نفقہ دلانے میں لاپرواہی یا انکار کرتا ہو

(الف) اپنی بیوی کو جو خود کفیل نہ ہو۔ ب ...... ج ...... د

تو فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بات کا ثبوت مل جانے پر کہ وہ شخص نفقہ دینے میں لاپرواہی کوتاہی یا انکار کرتا ہے تو وہ حکم دے گا کہ متعلقہ شخص اپنی بیوی بچوں یا ماں باپ کو ماہواری الاؤنس دے جو پانچسو روپئے ماہوار سے زیادہ کا نہ ہوگا۔ یا الاؤنس کی رقم کے بارے میں مجسٹریٹ جتنا بھی منظور کرنا مناسب سمجھے۔

اس بات کی تشریح حسب ذیل ہے۔

(الف) ....

(ب) (۱) بیوی میں وہ عورت بھی شامل ہے جس کے مرد نے اس کو طلاق دے دی ہو یا خود اس نے اپنی مرضی سے طلاق لے لی ہو (مطلقہ بیوی) اور طلاق کے بعد اسکا نکاح نہ ہوا ہو (۲) ۳، وغیرہ۔

شرط یہ ہے کہ اگر ایک شخص اس شرط پر نفقہ دینے کو تیار ہو کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ ہی رہے گی لیکن اس کی بیوی اس کے ساتھ رہنے کو راضی نہ ہو تو مجسٹریٹ اس کے شوہر کے ساتھ رہنے کی وجوہات پر غور کر کے نفقہ کا حکم صادر کرے گا اگر بیوی کے شوہر کے ساتھ نہ رہنے کی وجوہات صحیح پائے جائیں تو بیوی کی شوہر کے پاس رہنے کی شرط کو قبول نہ کیا جائے گا۔

تشریح۔ اگر شوہر نے دوسری شادی کرلی یا داشتہ رکھ لی ہو تو یہ بیوی شوہر کے ساتھ نہ رہنے کی صحیح وجہ سمجھی جائے گی

(۴) اگر بیوی بدکار ہو یا بغیر کسی وجہ سے شوہر کے ساتھ رہنے کو راضی نہ ہو یا دونوں آپسی رضامندی سے الگ رہ رہے ہوں تو اس دفعہ کے تحت نفقہ پانے کا حق نہ رکھے گی۔

(۵) اس بات کا ثبوت مل جانے پر کہ کوئی بیوی جس کو عدالت سے اس دفعہ کے تحت نفقہ وصول کرنے کا اختیار دیا ہو۔ بدکاری کی زندگی گذار رہی ہو یا بغیر کسی ضروری وجوہات کے شوہر کے ساتھ رہنے کو راضی نہ ہو یا وہ دونوں آپسی رضامندی سے الگ رہ رہے ہوں تو مجسٹریٹ کو اختیار ہوگا کہ نفقہ کے حکم کو منسوخ کردے۔

دفعہ ۱۲۵ کے متن کا مطالعہ کرنے کے بعد آیئے ہم اس کا حقیقت پسندانہ تنقیدی جائزہ لیں۔

دفعہ ۱۲۵ اسلامی شریعت سے متصادم ہے

کسی بھی طبقہ یا قوم کی مشکلات کا حل تلاش کرتے ہوئے یہ بات بنیادی طور پر مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہم جو حل تجویز کر رہے ہیں وہ اس طبقہ کے لئے قابل قبول ہے کہ نہیں؟ قابل قبول اور کامیاب حل تک پہونچنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس طبقہ کے مذہب، نفسیات سماجی اقتدار و روایات کو پورے طور پر ملحوظ رکھ کر حل تجویز کیا جائے۔ اگر ہمارا تجویز کردہ حل داد خواہ طبقہ کے مذہب، نفسیات سماجی روایات سے براہ راست ٹکراتا ہے تو خواہ وہ فی نفسہ کتنا معقول ہو اس طبقہ کے کسی کام کا نہ ہوگا جس کی دادرسی کرنے اور انصاف دلانے ہم بیٹھے ہیں۔ دفعہ ۱۲۵ کی سب سے بنیادی خامی یہی ہے کہ اسلام سے متصادم ہونے کی وجہ سے یہ "ہمدردانہ حل" مسلم نادار مطلقہ عورت کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں چودہ سو سال کے تمام مجتہدین، محدثین فقہا اور مفتیان کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عدت کا زمانہ گذر جانے کے بعد مطلقہ عورت کا سابق شوہر سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور سابق شوہر کے مال میں اس کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ لہٰذا دفعہ ۱۲۵ کے سہارے اگر نادار مطلقہ عورت کو ماہانہ کچھ رقم مل بھی گئی تو اسلامی نقطہ نظر بالکل ناجائز اور حرام ہوگی اور اپنی ضروریات میں اس کو استعمال کرنا خنزیر (سور) کھانے اور شراب پینے سے کم گناہ کی بات نہ ہوگی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۸)	اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے۔ (بقرہ ۱۸۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا يَحِلُّ لِامْرِیٍٔ مَالُ اَخِيْهِ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسِهٖ	کسی انسان کے لئے دوسرے انسان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔ (مسند احمد)

ہندوستان کی مسلمان عورت آج بھی مذہب کے بارے میں بڑی حساس اور بیدار ہے

قرآن و سنت اور اسلامی احکامات سے اس کا رشتہ بڑا گہرا اور مضبوط ہے۔ اسلامی تعلیمات سے اپنی سب سے عزیز متاع تصور کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کر کے وہ بڑے سے بڑا خزانہ قبول کرنے پر تیار نہیں ہو سکتی۔ ماہانہ چند روپیوں کی حیثیت کیا ہے؟ وہ بھوکی پیاسی رہ کر بھی قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گذارنا چاہتی ہے۔ اپنے مذہب کو داؤ پر لگا کر چند روزہ زندگی کی آسائش پسند نہیں کرتی کیونکہ اس کا ایمان ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے۔ اس کا آرام بھی عارضی، تکلیف بھی عارضی، دائمی نہ ختم ہونے والی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ عقل مند وہ ہے جو آخرت کی زندگی سنوارے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گذار کر جنت میں ہمیشہ کے لئے اپنا ٹھکانہ بنائے جس کی بہار خزاں سے ناآشنا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ نادار مسلم مطلقہ عورت کو جب یہ معلوم ہے کہ عدت کے بعد دلایا جانے والا نفقہ میرے لئے ناجائز و حرام ہے تو مسلمان عورتیں ہر طرح کی مشقت اور آزمائش جھیل لیں گی لیکن عدالت میں جا کر دفعہ ۱۲۵ کی بنیاد پر سابق شوہر سے ماہانہ نفقہ لینا پسند نہیں کریں گی۔ محض مطلقہ عورتیں ناقابل برداشت معاشی مجبوری کی بنا پر عدالت میں جائیں گی اور سابق شوہر انہیں نفقہ دینے پر مجبور ہوگا۔ یہ عورتیں اپنی معاشی مجبوری کی بنا پر اس نفقہ کو استعمال تو کریں گی لیکن یہ احساس برابر ان کے دل میں چٹکیاں لیتا رہے گا کہ میں حرام مال کھا کر اپنی عاقبت خراب کر رہی ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہی ہوں۔

ہندوستانی عدالتیں

جو لوگ ہندوستان کی عدالتوں کے موجودہ نظام کے بارے میں قریبی واقفیت رکھتے ہیں ان کا احساس تو یہ ہے کہ کسی نادار اور بے سہارا آدمی کا عدالت میں جانا اور مقدمہ کی پیروی کر کے کامیابی حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ ایک نادار آدمی عدالتی اخراجات کے لئے غیر معمولی سرمایہ کہاں سے لائے گا؟ وکیلوں کی لمبی لمبی فیس، مقدمہ کے سلسلے میں سالہا سال تک دوڑ بھاگ کے اخراجات کہاں سے پورے کرے گا؟ جو عورت زیریں عدالت سے لیکر ہائی کورٹ، سپریم کورٹ تک مقدمہ لڑنے کی سکت رکھتی ہے وہ عدالت کی نظر میں "نادار" ہو تو ہو حقیقتاً نادار اور تنگدست ہرگز

نہیں ہو سکتی۔

اگر طلاق دینے والا شوہر نادار ہو

چلئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ بیس فیصدی نادار مطلقہ عورت کہیں سے قرض لے کر دفعہ ۱۲۵ کے تحت نان و نفقہ کا دعویٰ لے کر عدالت میں پہونچیں تو انہیں پہلے اپنی ناداری ثابت کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد ثابت کرنا پڑے گا کہ سابق شوہر کے پاس "معقول ذرائع آمدنی" ہیں اور وہ ماہانہ نفقہ دینے کی پوزیشن میں ہے۔ یہ دونوں باتیں ثابت کرنے کے بعد ہی ان کے حق میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔ ہندوستان جیسے غریب ملک میں ایسا اکثر ہو سکتا ہے کہ مطلقہ عورت کی طرح اس کا سابق شوہر بھی غریب ہو۔ اس کے پاس معقول ذرائع آمدنی نہ ہوں ایسی صورت میں عورت کے خلاف فیصلہ ہو جائے گا۔ ذرا انصاف کیجئے کہ سابق شوہر کی ناداری کی صورت میں اس نادار مطلقہ کے مسئلہ کا کوئی حل دفعہ ۱۲۵ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے باوجود شور مچایا جا رہا ہے کہ دفعہ ۱۲۵ تمام مطلقہ عورتوں کے درد کا مداوا ہے اور اسلام نے تمام صورتوں میں نادار مطلقہ عورت کے نان نفقہ، گذر بسر کا انتظام کیا ہے پھر بھی پروپگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے فرض کیجئے بیس فیصد نادار مطلقہ عورت کے مقدمات عدالتوں میں گئے۔ دس فیصدی مقدمات اس لئے خارج کر دئے گئے کہ شوہر بھی غریب تھا معقول ذرائع آمدنی کا مالک نہیں تھا۔ دس فیصدی مقدمات مطلقہ عورتوں میں فیصلہ ہو گیا۔ اور انہیں سابق شوہر سے ماہانہ کچھ رقم ملنے لگی جس کی بڑی سے بڑی مقدار پانچسو روپئے ہو سکتی ہے لیکن عموماً بہت تھوڑی سی رقم مقرر کی جاتی ہے۔ مثلاً شاہ بانو بیگم کے کیس میں اندور کی عدالت نے اگست ۱۹۷۹ء میں ۲۵ روپئے ماہانہ دئے جانے کا فیصلہ صادر کیا اس کے بعد شاہ بانو نے مدھیہ پردیش ہائی کورٹ میں اپیل کی تو یہ رقم ۱۷۹ روپئے ۲۰ پیسے کر دی گئی۔ ذرا غور کیجئے کہ اس رقم سے عورت اپنا گذر بسر کرے گی یا قرض کی وہ خطیر رقم ادا کر سکے گی۔ جو مقدمہ لڑنے پر اس نے خرچ کی ہے۔ اگر اس کی زندگی نے وفا کی، پانچ دس سال تک زندہ رہی اور دوسری شادی نہیں کی تو شاید اس ماہانہ رقم سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ وہ بھی اس صورت میں جب ماہانہ ملنے والی پوری رقم قرض چکانے میں لگا دے۔ اپنی ذات پر خرچ نہ کرے۔ لیکن سوال

یہ ہے کہ پھر اپنے اخراجات کہاں سے پورے کرے وہ تو نادار ہے۔ اس تجربہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ دفعہ ۱۲۵ سے نادار مطلقہ کے درد کا مداوا تو ہوا نہیں۔ وکلا اور عدالت کے اہل کاروں کا کچھ فائدہ تو ضرور ہو گیا۔

نادار مطلقہ کا استحصال

عدت گذرنے کے بعد نادار مطلقہ عورت کو سابق شوہر کی بیوی قرار دینا اس کی ناداری اور افلاس کا بدترین استحصال صنف نازک کی انتہائی تذلیل ہے۔ ایک شریف عورت خواہ کتنی نادار ہو کسی قیمت پر رشتۂ نکاح منقطع ہو جانے کے بعد بیوی کہلانے پر تیار نہ ہوگی بلکہ اسے اپنے لئے بدترین گالی تصور کرے گی۔ عدت کے بعد مطلقہ عورت کو بیوی قرار دینا مذہبی اعتبار سے سخت قابل اعتراض چیز ہے۔ زوجہ (بیوی) کا جو اسلامی تصور ہے اس میں من مانی تحریف ہے۔ بیوی قرار دینے کا اثر صرف اصلاح و تعبیر تک محدود نہیں رہتا بلکہ بے شمار دینی احکام پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً بیوی کی بہنیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، خالائیں، پھوپھیاں اس کے شوہر کے لئے حرام ہوتی ہیں ان میں کسی سے شوہر کا نکاح درست نہیں۔

نادار مطلقہ یا داشتہ

دفعہ ۱۲۵ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یقین ہو جاتا ہے کہ اس دفعہ نے محض لفظی طور پر مطلقہ کو بیوی نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس نفقہ کے تقاضے پورے کرنے چاہے ہیں ذرا دفعہ ۱۲۵ کی تشریح کے اس ٹکڑے کو غور سے پڑھئے اور اس کے مضمرات پر توجہ دیجئے۔ اگر اس طرح کا کوئی شخص اس شرط پر اپنی بیوی کے نان و نفقہ کی ذمہ داری قبول کرنے کی پیش کش کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہے اور بیوی اس کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے تو متعلقہ مجسٹریٹ اس کے انکار کے اسباب پر غور کر سکتا ہے اور اس پیش کش کے باوجود وہ اس سیکشن کے تحت کوئی ہدایت دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس بات پر مطمئن ہو کہ ایسا کرنے کی منصفانہ بنیاد موجود ہے

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر جج کی نگاہ میں عورت کے انکار کے معقول اسباب نہ ہوئے تو جج اسے سابق شوہر کے ساتھ رہنے کا حکم دے گا۔ ساتھ رہنے سے

یہ مراد نہیں ہے کہ عورت سابق شوہر کے فراہم کئے ہوئے کسی علیحدہ مکان یا مکان کے کسی حصے میں سابق شوہر سے الگ تھلگ رہے گی بلکہ ساتھ رہنے سے مراد بیوی کی طرح رہنا اور تعلقات زن و شوہر قائم کرنا ہے۔ دفعہ ۱۲۵ کے اس ٹکڑے سے میرے دعوے کی تائید ہوتی ہے "اگر شوہر نے دوسری شادی کر لی ہو، اس نے کوئی داشتہ گھر میں بٹھالی ہو تو یہ اس کی بیوی کے نزدیک اس کے ساتھ نہ رہنے کی ایک منصفانہ اور معقول بنیاد ہوگی"۔ اس تشریح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ رہنے سے ایسے تعلقات قائم کرنا مراد ہے جن میں اس کا شادی کر لینا یا داشتہ بٹھا لینا خلل انداز ہو سکتا ہے۔ بالفرض ساتھ رہنے سے یہ مراد نہ ہو۔ پھر بھی سوچئے کہ جو صورت حال بن رہی ہے اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ مطلق بیوی، سابق شوہر کے ساتھ اسی کے مکان میں رہ رہی ہے شوہر نے دوسری شادی اور نہ کوئی داشتہ بٹھایا تو اس کے علاوہ اور کیا ہوگا کہ مطلقہ عورت سے داشتہ کا کام لیا جائے گا۔ دونوں بدترین حرام کاری میں مبتلا ہوں گے۔ دفعہ ۱۲۵ کے تحت مطلقہ عورتوں کو چند سلوک کے عوض اس کے ناپسندیدہ شخص کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اس کی عصمت و عفت کو داؤ پر لگایا جا رہا ہے اس پر یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ دفعہ ۱۲۵ اور سپریم کورٹ نے نادار عورت کا حق دلوا دیا اس کی عزت کو چار چاند لگا دئے۔

کیا طلاق قابل تعزیر جرم ہے

اب آئیے دفعہ ۱۲۵ کا ایک دوسرے پہلو سے جائزہ لیں قانون فوجداری کے تحت نفقہ مطلقہ کا مسئلہ لانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ہمارے قانون ساز ادارہ میں طلاق کوئی قابل تعزیر جرم ہے خواہ وہ کسی حالت میں دی گئی ہو۔ یہ ذہنیت اسلامی قوانین کی نظر سے متصادم اور رومن لا سے ہم آہنگ ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہر طلاق قابل مذمت نہیں ہوئی بلکہ جن حالات میں اور جن محرکات کی بنا پر طلاق دی گئی ہے۔ ان کا جائزہ لینے کے بعد ہی اس کے درست یا قابل مذمت ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جو عدالت میں طے کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جن کو عدالت میں لانا نہ شوہر پسند کرے گا اور نہ ہی بیوی بلکہ اس میں دونوں کے لئے سامان رسوائی ہے پھر میاں بیوی کے آپسی جھگڑے، آپس کی آویزش، تعلقات کی ترمی

وگرمی۔ یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں جو مجمع عام کے سامنے ہوں اور اسے ثابت کرنے کیلئے گواہ فراہم کئے جاسکیں اس لئے سچی بات یہ ہے کہ مسئلہ عدالتوں میں طے کرنے کا ہے ہی نہیں اس طرح کے معاملات کو حل کرنے کے لئے مذہب و اخلاق خاندانی روایات اور میاں بیوی کے افراد خاندان ہی کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ طلاق کے بے شمار واقعات میں عورت کا قصور ہوتا ہے عورت کے مسلسل نامناسب رویہ سے مجبور ہو کر شوہر کو بادل ناخواستہ طلاق کا اقدام کرنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں بھی بلکہ اگر خود عورت نے اپنی مرضی سے طلاق حاصل کرلی ہو تو بھی اگر عورت نادار ہو تو ہماری عدالت اسے شوہر سے وفات یا نکاح ثانی تک نفقہ دلوائے گی آخر یہ صریح ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

دفعہ ۱۲۵ سماجی اور معاشرتی نقطہ نظر سے

شوہر کے ذمہ عدت کے بعد بھی مطلقہ کا نان و نفقہ عائد کرنا دراصل طلاق کے دروازہ کو بند کرنا ہے۔ ذرا آپ سوچئے کہ اگر میاں بیوی میں نباہ کی ساری شکلیں ختم ہوگئی ہوں دونوں کے درمیان اتنی وسیع خلیج پیدا ہوگئی ہو جسے پاٹنا ممکن نہ ہو اور رشتۂ نکاح باقی رکھنے میں دونوں کی زندگی جہنم کا نمونہ بن رہی ہو تو دفعہ ۱۲۵ کی موجودگی میں شوہر طلاق کی ہمت تو کر نہیں سکتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں مجھے بلاوجہ زندگی بھر اس عورت کا نان و نفقہ برداشت کرنا پڑے گا تو اس کے سوا اور کیا کرسکتا ہے کہ کسی غیر انسانی طریقہ سے اس عورت کو راستہ سے ہٹانے کی کوشش کرے جن مذاہب میں طلاق مطلقاً قابل تعزیر جرم سمجھا جاتا ہے۔ یا طلاق پر بہت سی پابندیاں عائد ہیں ان میں عورتوں کو جلانے اور وحشیانہ طریقہ پر ان کا رشتۂ حیات منقطع کرنا۔ واقعات بکثرت آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کے لئے بھی طلاق کے مسئلہ سلسلہ میں اس قسم کی غیر فطری رکاوٹیں کھڑی کردی گئیں تو مسلم معاشرہ میں بھی خدا نخواستہ اسی قسم کے بہیمانہ مظالم ترقی کریں گے جن کا مشاہدہ ہم بعض دوسرے سماجوں میں کر رہے ہیں۔

دفعہ ۱۲۵ کے موجودہ شکل میں باقی رہنے کا نتیجہ مطلقہ عورت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ اس قانون کی موجودگی میں شوہر اپنی ناپسندیدہ بیوی کو طلاق دینے کے بجائے خفیہ طور پر وحشیانہ طریقہ سے ختم کرنے کی کوشش کرے گا جس کا ہندو سماج میں ہم برابر مشاہدہ کر رہے ہیں

اور اگر اس نے طلاق کی غلطی کر ڈالی تو نان و نفقہ کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے بر سر عدالت عورت پر بد اخلاقی اور بدکرداری کا الزام عائد کرے گا کیونکہ دفعہ ۱۲۵ (۴) (۵) میں صراحت کی گئی ہے کہ بدکار عورت اس دفعہ کے تحت نان و نفقہ پانے کی مستحق نہیں ہے اور نان و نفقہ دلانے کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی اگر شوہر ثابت کردے کہ عورت بدکاری کی زندگی گذار رہی ہے تو جج نفقہ کا حکم ختم کردے گا لہذا طلاق دینے والا شوہر اپنے اوپر سے ظلم ختم کرنے کے لئے اس قانونی گنجائش سے فائدہ اٹھا کر مطلقہ کی عزت و آبرو خاک میں ملا سکتا ہے اس مادیت اور الحاد کے دور میں جب کہ خدا ترسی، فکر آخرت مذہبی اقدار و روایات حرف بے معنی بنتے جارہے ہیں۔ نہ اپنی جان بچانے کے لئے دوسروں پر بھیانک الزام عائد کرنا حیرت انگیز ہے نہ کرائے کے گواہوں کا فراہم کرنا تعجب خیز، شوہر خواہ عدالت میں بدکاری کا الزام ثابت نہ کرسکے۔ لیکن اس کے الزام عائد کرنے کا یہ اثر ضرور ہوگا کہ وہ عورت پوری سوسائٹی کی نظر میں مشتبہ بلکہ رسوا ہو جائے گی اور اس کی دوسری شادی کے الزامات تاریک تر ہو جائیں گے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دفعہ ۱۲۵ جس طرح قرآن و سنت کی روشنی میں غلط ہے اسی طرح مسلمان اور مسلم سماج کی بہی خواہی کے نقطۂ نظر سے بھی انتہائی تباہ کن اور غلط ہے۔

ایک اہم اور ضروری اطلاع

دفتر ماہنامہ "رضوان" اپنی پرانی جگہ ۳۷ گوئن روڈ سے منتقل ہو کر گوئن روڈ پر ہی واقع محمد علی لین میں آگیا ہے۔ براہ کرم اب مندرجہ ذیل پتہ جملہ خط و کتابت و ترسیل زر فرمائیں۔

دفتر ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

سید صہیب حسینی

اسلام کی نظر میں

عورت

گھر کی مالکہ اور...

خاندان کی شریکِ کار

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کی بہو، کسی کی بیٹی اور کسی کی بیوی بنایا ہے اور اس کے ساتھ گھر کی مالکہ اور خاندان و برادری کا شریک کار اور خاندانی گاڑی کے ایک پہیے کی حیثیت سے اس کو خاندان کا ایک فرد بنا دیا۔

اسلام نے عورتوں اور مردوں کو ایک صف میں لاکر کھڑا کر دیا اور ان دونوں کے مابین تعمیر و ترقی تنزل و انحطاط اور عزت و سربلندی اور ذلت و نکبت کا معیار صرف عمل صالح کو قرار دیا اور صاف اعلان کر دیا — فاستجاب لھم ربھم أنی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر وانثیٰ بعضکم من بعض۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور یہ اعلان کر دیا کہ ہم تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع اور رائگاں نہیں کریں گے خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت اور تم دونوں تو ایک دوسرے کے جز ہو۔

دوسری آیت شریفہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبوبیت و مبغوضیت اور کرامت و شرافت اور

بے حیائی و بے شرمی اور اچھے برے ہونے کا معیار تقویٰ کو بتایا ہے جو کہ عمل صالح کا دوسرا نام ہے ارشاد باری ہے:— یاایھا الناس إنا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر ۝

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں بانٹ دیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے انس و محبت کرو اور جان پہچان کرو حقیقت یہ ہے کہ تم میں سب سے باعزت و باکرامت شخص وہ ہے جو تم میں تقویٰ میں فائق ہے اور بڑھا ہوا ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرمادیا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

الاإن لکم علی نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا

کان کھول کے سن لو تمہارا عورتوں پر حق ہے اور عورتوں کا حق تم پر ہے۔

مردوں کے حقوق گناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شوہروں کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ کرے اور بری نگاہ سے دوسروں کو نہ دیکھے اور فسق و فجور سے کوسوں دور رہے تو جو عورت اس تعلیم کو اپناتی ہے اس کے لیے شوہروں پر یہ حق ہوگا کہ جو خود کھائے عورت کو کھلائے اور جو خود پہنے وہ عورت کو پہنائے اور مار دھاڑ نہ کرے اور سب و شتم سے پرہیز کرے اور محبت و نرمی کا برتاؤ کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"اے مسلمانو! عورتوں پر ظلم و تعدی نہ کرو اور ان کو تنگی و ضیق میں مبتلا نہ کرو، اس لیے کہ جب اللہ کی بندی پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے تو وہ اتنا غضبناک ہوتا ہے جیسا کہ جب کوئی یتیم پر ظلم و ستم کرے تو وہ غضبناک اور غصہ میں ہوتا ہے۔"

لیکن دوسری طرف مردوں کو یہ اجازت دی کہ اگر عورت شوہر کا کہنا نہ مانے اور اپنے حقوق ادا نہ کرے تو مردوں سے فوراً یہ نہیں کہدیا گیا کہ گھر سے بے گھر کر دو اور لڑائی دنگا شروع کر دو، بلکہ کہا کہ اس کو سمجھاؤ اور نصیحت کرو، اگر اس کے بعد بھی ملاپ نہ ہو پائے تو بستر الگ کر دو، اگر اس پر بھی نہ بنے تو پھر طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر وہ مان لے تو پھر

اس پر ہاتھ اٹھانا بالکل جائز نہیں۔

اسلام ہی وہ نظام حیات اور زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے جس نے صاف اعلان کیا کہ عورت غلام بنا کر، اچھوت بنا کر اور بدکردار و بدافعال بنا کر نہیں بھیجی گئی بلکہ اس کو یہ حق ہے کہ اپنے مال کو خرچ کرے اور خاندان و برادری میں باعزت زندگی گزارے اور کبھی نبی کی ماں ہو تو کبھی ولی کی لڑکی اور کبھی متقی کی بیوی ہو تو کبھی نبی کی بیٹی اور کبھی نبی کی بیوی' اور کبھی عفت و پاکدامنی میں حضرت مریم علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہو تو کبھی معلم بن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صورت میں رونما ہو اور کبھی رابعہ بصریہ بن کر نیک نامی میں ضرب المثل بنے لیکن یہی عورت جب اپنی گردن سے اسلامی تعلیم کو پھینک کر اور اسلامی طرز زندگی کو چھوڑ کر غیروں اور دشمنان اسلام کے طرزوں اور فیشنوں کو اپناتی ہے تو یہی خاتون جو ابھی تک نبیوں کی ماں، بیوی، بیٹی بنی ہوئی تھی اور نیک نامی میں ضرب المثل تھی اس حد تک ذلیل و خوار اور بے حیثیت و بے وقعت ہوتی ہے کہ پوسٹروں اور ناولوں کی نذر ہو کر صرف ساز و سامان کے فروخت ہونے کا آلہ اور ذریعہ بنتی ہے اور مسئلہ یہیں تک نہیں پہنچتا بلکہ جب وہ سڑکوں بازاروں، دکانوں اور گلی کوچوں میں بے پردہ اور نیم برہنہ ہو کر نکلتی ہے تو کہیں لوفروں کی نذر ہوتی ہے اور کہیں غنڈوں اور بدمعاشوں کی شہوت پوری کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اور کہیں کمینوں کے ذریعہ بھینٹ چڑھادی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے دین و دنیا دونوں سے محروم و نامراد اور چین و سکون سے بالکل بے بہرہ ہو کر دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جہنم اس کا انتظار کرتی رہتی ہے۔

یورپین قوموں نے عورتوں کی آزادی پر جو آواز بلند کر کے اس کو تختۂ مشق بنایا اور مسلسل اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ عورتوں کو منظر عام پر لا کر اپنی شہوانی و حیوانی پیاس کو بجھایا جائے اور صرف اپنی مستی اور بہیمیت کو جلا بخشنے کے لیے عورت کو کولھو کا بیل اور دنیا کی گاڑی کے دونوں پہیے بنا کر اس کو چلا دیا جائے پھر تماشائی بن کر لطف اندوزی کی جائے اور دل کی بھڑاس نکالی جائے۔

اے ہماری ماؤں بہنوں اگر تم اس پر راضی ہو گئی ہو کہ اسی طرح تختۂ مشق بنتی رہو، اور ذلت و رسوائی کا منھ دیکھتی رہو اور غیر اسلامی قانون کے پنجوں میں پھنس کر لفنگوں، بدمعاشوں

غنڈوں اور بدکرداروں کی لطف اندوزی و شہوت رانی کا نشانہ بنتی رہو اور پمفلٹوں اور پوسٹروں میں منظر عام پر آ کر خوشی کے ساتھ اس کو قبول کرو اور اسی طرح بے حیائی و بے شرمی کا ثبوت دیتی رہو تو کان کھول کر سن لو کبھی تم جلائی جاؤ گی اور کبھی خود جل جاؤ گی، کبھی ڈبوئی جاؤ گی اور کبھی خود ڈوبو گی، کبھی بدمعاشوں کا لقمۂ اجل بنو گی اور کبھی سر بازار ذلیل و رسوا کی جاؤ گی اور کبھی سینما ہالوں اور تھیٹروں کی رونق بن کر خباثت و کمینگی میں درجۂ کمال کو پہنچو گی اس لیے قبل اس کے کہ یہ رسوا کن موقع آئے اپنے آپ کو اسلامی تعلیم کا مفہوم بناؤ اور اسلامی تعلیم کو اپنے سینے سے لگاؤ اور پوری زندگی نشست و برخاست، چال ڈھال، کام دھام، چلنا پھرنا، تعلیم و تعلم کو اسلامی رنگ میں رنگ دو، جب تم ان چیزوں کو اپنا لو گی تو فرشتے بھی شرما جائیں گے اور صلحا و اولیاء اللہ بھی رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے، پھر تم — ان لوگوں کی صف میں آجاؤ گی جنھوں نے نبیوں کو سخت اوقات میں دل بہلائی اور سکون قلب کا کام انجام دیا اور ان لوگوں کی صف میں آجاؤ گی جن سے صحابہ کرام علم حاصل کر کے فخر کرتے تھے اور ان لوگوں کے زمرہ میں آجاؤ گی جن کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور ان کی صف میں آجاؤ گی جن کے بارے میں پاک ارشاد ہے:

ان فاطمۃ سیدۃ النساء فی الجنۃ — بیشک فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں عورتوں کی سردار ہوں گی

اپنے قارئین سے گزارش

تقریباً ہر شمارہ میں ادارہ یہ اعلان کرتا ہے کہ مراسلت کرتے وقت خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہو اس کی وضاحت ضرور کریں نیز رقم بھیجتے وقت سابق سلسلہ کا ربط و حوالہ ضروری ہے اس کے باوجود ادارہ میں متعدد ایسے منی آرڈر پڑے ہیں جن کے بھیجنے والوں نے اپنے نام بھی نہیں تحریر کیے اور بعض حضرات نے تو صرف غیر واضح دستخط پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ادارہ اپنے قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں نیز پتہ صاف و خوشخط تحریر کریں۔ شکریہ۔

(ادارہ)

محمد اجمل
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

وہ جو آئے تو تابِ نظر آگئی

دنیا میں عظیم کارنامے انجام دینے والی ہستیاں خصوصًا انبیاء علیہم السلام ہمیشہ غیر معمولی درجہ کی شخصیتوں سے آراستہ ہوئے ہیں۔ اصلاح کے کام، تحریکوں کی رہنمائی، تہذیبوں کی تعمیر کرنے والوں کی اصل قوت ان کی شخصیت ہوتی ہے جو مخصوص افکار سے بنتی ہے۔ سیرت پاک کے مطالعہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ محسن انسانیت کی شخصیت کو سمجھا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک بین الاقوامی مشن کی داستان ہے۔ وہ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے جسے عمل کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ وہ اس مقدس پیغام کی تکمیل ہے جس کی مشعل آدمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور جملہ انبیا علیہم السلام اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے۔

محسن انسانیت کی مقدس تحریک نے انقلاب لاکر جو نظام زندگی قائم کیا اسکی امتیازی شان یہ تھی کہ اساسی کلمہ کی روح زندگی کے تمام شعبوں میں یکساں سرایت کئے ہوئے تھی۔ پورے تمدن میں ہم آہنگی و یک رنگی تھی۔ جس خدا کی عبادت مسجد کی چہار دیواری میں ہوتی تھی اسی کی اطاعت و فرمانبرداری سڑکوں اور بازاروں میں بھی ہوتی تھی۔ جو قرآن نمازوں میں پڑھا جاتا تھا اسی قرآن کے فیصلے ہوتے تھے۔ جو اخلاقی اصول گھروں کی محدود فضاؤں میں کارفرما تھے وہی بین الاقوامی دائرہ ربط میں بھی

چھائے ہوئے تھے۔ جن صداقتوں کی تعلیم منبر سے دی جاتی تھی انھیں صداقتوں پر حکومت کا نظم و نسق چلتا تھا۔ جو اعتقادات افراد کے ذہن نشین کرائے جاتے تھے وہی اعتقادات اجتماعی ہیئتوں پر بھی غالب تھے جو طرز فکر نظام تعلیم میں کام کرتا تھا اسی کے مطابق پوری ثقافت تشکیل پا رہی تھی جو رضائے الٰہی نماز روزہ میں مطلوب تھی وہی میدان جنگ میں تیر سنان کے ذریعہ مطلوب تھی۔

میرے بھائیو اور بہنو! جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں تاریخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نظر میں نہیں آتی ہے جس نے انسانیت کی کایا پلٹ دی ہو۔ آپکی بعثت سے دنیا کی ریت بدل گئی۔ انسانیت کی کھیتی لہلہا اٹھی۔ مرجھائے ہوئے پھولوں میں بہار آگئی۔ آپ کی بعثت کے بعد صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے بازار تک، مدرسے سے عدالت تک اور گھروں سے [illegible] بازار تک نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ ذہن بدل گئے خیالات کی رو بدل گئی۔ نگاہ کا زاویہ بدل گیا۔ عادات و اطوار بدل گئے۔ رسم و رواج بدل گئے۔ حقوق و فرائض کی تقسیمیں بدل گئیں۔ خیر و شر کے معیار اور حلال و حرام کے پیمانے بدل گئے۔ اخلاقی قدریں بدل گئیں دستور اور قانون بدل گیا۔ جنگ و صلح کے اسالیب بدل گئے۔ معیشت اور ازدواج کے اطوار بدل گئے اور تمدن کے ایک ایک ادارہ اور ایک ایک شعبہ کی کایا پلٹ گئی۔ اس پوری کی پوری تبدیلی میں جس کا دائرہ ہمہ گیر تھا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیر و فلاح کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ کسی گوشے میں شر نہیں کسی گوشے میں فساد نہیں کسی جانب بگاڑ نہیں۔ ہر طرف بناؤ ہی بناؤ تعمیر ہی تعمیر اور ارتقاء ہی ارتقا ہے۔ درحقیقت محسن انسانیت کے ہاتھوں زندگی کو نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی اور حضورؐ نے ایک ہی نظام حق کی صبح درخشاں سے مطلع تہذیب کو روشن کرکے سنہرے دور کا افتتاح کیا۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

محسن انسانیت کا ظہور ایسے حالات میں ہوا جبکہ پوری انسانیت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی کہیں دورِ وحشت چل رہا تھا، کہیں شرک و بت پرستی کی لعنتوں نے مدنیت ستیاناس کر رکھا تھا۔ بادشاہ خدا کے اوتار ہی نہیں خدا بنے ہوئے تھے ان کے ساتھ جاگیردار طبقوں اور مذہبی عناصر کی ملی بھگت قائم تھی۔ خود روم اور ایران کے درمیان مسلسل آویزش کا چکر چلتا تھا اور مختلف علاقے کبھی ایک حکومت کے قبضہ میں جاتے کبھی دوسری سلطنت ان کو نگل لیتی۔ لیکن ہر بار فاتح قوت

عوام کے کسی نہ کسی طبقہ کو خوب اچھی طرح پامال کرتی مثلاً رومی حکومت آتی تو آتشکدے کلیساؤں میں بدل جاتے اور ایرانی راج چھا جاتا تو پھر کلیسا آتشکدے بن جاتے۔ بار بار کشت و خون ہوتے بغاوتیں اٹھتیں۔ مذہبی فرقے خونریزیاں کرتے اور ان ہنگاموں کے درمیان انسان بہ حیثیت انسان بری طرح پامال ہو رہا تھا خاص و عام ہر صبح و شام دیکھتے تھے کہ کلمۂ اسلام یکے بعد دیگرے اچھے اچھے افراد کو اپنے جلو میں چلا جاتا ہے یکایک دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر لوگ اٹھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اس انقلابی تحریک کے سپرد کرتے ہیں وہی جو پہلے محمدؐ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا تھا وہی اسلام کا شراب طہور پینے کے بعد آپ پر اس طرح نچھاور ہوتا جیسے کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو پھر جو کوئی بھی کلمۂ حق کو قبول کرتا ہے آناً فاناً اس کے ذہن و کردار میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی دوستیاں اور دشمنیاں بدل جاتی ہیں۔ اس کے عادات اور ذوق میں انقلاب آجاتا ہے۔ اس کے مشاغل نیا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اس کی پہلی دلچسپیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس میں ایک نئی طاقت ابھر آتی ہے۔ اس کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھتی ہے۔ اس کے ضمیر کا چراغ پوری لو دینے لگتا ہے۔ اس کا احساس انگڑائی لینے لگتا ہے۔ اس کے تخیل کو نئے بال و پر مل جاتے ہیں جو شخص کافر سے مسلم بنتا ہے اس کے اندر سے گویا ایک بالکل دوسرا آدمی نمودار ہو جاتا ہے۔ وہ خود بھی محسوس کرتا ہے کہ میں اپنے ماحول سے کچھ مختلف اور بالکل نئی چیزوں کو اور ماحول کو بھی دیکھتا کہ وہ اب ایسا نہیں رہا جیسا پہلے ہوا کرتا تھا۔ قاتل آتے تو انسانی جان کے محافظ بنجاتے۔ چور آتے تو امین بنجاتے۔ زانی آتے تو عفت و حیا کے پیکر بنجاتے۔ ڈاکو آتے تو صلح و آشتی کے معلم بنجاتے۔ کج خلق آتے تو حلیم اور متواضع بنجاتے۔ سودخوار آتے تو انفاق کرنے والے بنجاتے۔ کند ذہن آتے تو ان کے اندر سے اعلیٰ قابلیتوں کے سوتے ابل پڑتے ادنیٰ سماجی مرتبوں سے اٹھتے اور شرف کی بلندیوں کو چھو لیتے جیسے یہ کسی اور ہی دنیا کے مخلوق بن گئے ہوں جیسے یہ مٹی کے پتلے نہ ہوں بلکہ کسی دوسرے جوہر سے انھوں نے وجود پایا ہو۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

وصی احمد
ندوۃ العلماء لکھنؤ

خواتین ❁ اسلام کے آئینے میں

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا مقصد انسانی زندگی کو سنوارنا، افراط و تفریط سے بچانا، جائز و ناجائز میں امتیاز کرنا، عدل و مساوات کا درس دینا اور اعتدال و توازن کے ساتھ زندگی کی گاڑی چلانا ہے۔

اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا۔ اس کے کیا حقوق و فرائض بتائے، اس کو کن بلندیوں پر جگہ دی؟ وہ اپنی جگہ ایک مسلّم اور اٹل حقیقت ہے لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسلامی دائرہ میں عورت کے مقام کا سرسری طور پر جائزہ لیں جس کے پس منظر کو سامنے رکھ کر اس کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

اسلام سے پہلے کے مذاہب میں عورت کے ساتھ تفریط و زیادتی، حق تلفی و حق ناشناسی اور اس کے ساتھ سرد مہری و ناانصافی ملتی ہے۔ یونان قدیم جس کی تہذیب اور چمک دمک نے تمام عالم کو خیرہ کر دیا تھا اور جو اپنی معاشرت پر فخر کرتے تھے وہاں بھی عورت کو شیطان اور مجسمہ نجاست سمجھا جاتا، اس کی خرید و فروخت ہوتی میراث سے محروم رکھا جاتا اور نکاح و طلاق کے تمام اختیارات مردوں کے ہاتھوں میں رہتے تھے۔

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

رومن امپائر میں بھی طبقہ نسواں کو کوئی خاص مقام نہیں ملا۔ لوگ آزادی کی زندگی پر تجرد کی زندگی کو ترجیح دیتے، رسم نکاح کو عورت کے خریدنے کا ذریعہ سمجھا جاتا۔ غلاموں اور نابالغ بچوں کی فہرست میں عورتوں کو اس لیے شامل کیا گیا تاکہ باپ یا شوہر کے اس پر مالکانہ حقوق قائم ہوں، ان کا نظریہ تھا کہ عورت کو کبھی بھی آزاد نہیں کیا جا سکتا۔

یورپ، ایشیا، افریقہ میں بسنے والی یہود نامی قوم اس لحاظ سے تمام اقوام عالم پر امتیازی حیثیت رکھتی تھی کہ اس کے پاس دین کا بہت بڑا سرمایہ اور اس کو سمجھنے کی سب سے زیادہ صلاحیت تھی لیکن اس کا اخلاقی انحطاط اس درجہ پر پہنچ چکا تھا کہ وہ عورتوں کے ساتھ انصاف کے نام سے قطعی ناواقف تھے، والدین ان کو فروخت کر سکتے تھے اور اسے میراث سے محروم کر دیتے۔ ان کے خیال میں حضرت حوا شیطان کی آلۂ کار اور گنہگار تھیں۔ ٹرٹیلین نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا ''تم سب حوا کی بیٹیاں ہو اس لیے خدا کا حکم تم پر آج بھی قائم ہے اور جرم بھی باقی ہے تم شیطان کا دروازہ، شجر ممنوعہ کو استعمال کرنے والی اور خدا کی پہلی مخالفت کرنے والی ہو'' رفتہ رفتہ یہ انحطاط اس قدر بڑھا کہ ان کے نظریہ میں عورت انسان نہیں انسانی خدمت کے لیے انسان نما شیطان اور شیطان کی ترجمان بن گئی دنیا کی دو عظیم طاقتوں میں ایران بھی ہے جہاں عورت کو مال و زر کے خانہ میں رکھا گیا ہے اور تمام اولاد آدم کو اس پر ملکیت کا اختیار دے دیا گیا۔ اس نے تمام عورتوں کو سب کے لیے حلال کر دیا اور مال و زر اور عورت کو باہم مشترک اور عام کر دیا جس سے پورے کا پورا ایران جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں غرق ہو گیا۔

قبل اسلام کے آخری مذہب عیسائیت کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے رہبانیت کی بدعت نکالی جو شاید رومن امپائر کی حیوانیت سے زیادہ وبال جان ثابت ہوئی اس مردم آزار، مردم بیزار اور دشمن فطرت رہبانیت میں وہ اس قدر آگے نکل گئے کہ روحانی کمال کے لیے وہ اسے ضروری سمجھنے لگے۔ عام گھریلو عورتوں کو شیطانی مخلوق اور جنت سے اخراج کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ گیارہویں صدی تک انگلینڈ میں بیویوں کی تجارت جاری تھی۔ ان کا بھی عقیدہ تھا کہ عورت جہنم کا ایک دروازہ اور آفات کا باعث ہے۔

قدیم ہندستانی سماج میں عورت ہمیشہ کمزور اور بیوفا سمجھی گئی اور ہمیشہ اس کا ذکر حقارت

کے ساتھ کیا گیا۔ شوہر کے مرنے کے بعد عورت جیتے جی مر جاتی اور زندہ درگور ہو جاتی۔ شوہر کے مرنے کے بعد اسے دوسری شادی کی اجازت نہ تھی، اس کی قسمت میں طعن و تشنیع اور ذلت و تحقیر کے سوا کچھ نہ ہوتا اور اسے متوفی شوہر کے گھر کی لونڈی بن کر رہنا پڑتا۔ اس لیے اپنی شوہر کی چتا پر جل کر ستی ہو جانا اس کے لیے سب سے افضل اور عظیم کام تھا۔

اسی طرح عرب جاہلیت میں اس کے ساتھ ظلم و بدسلوکی عام طور سے روا رکھی جاتی۔ میراث میں بطور وراثت منتقل ہوتی، ترکہ اور میراث میں کچھ حصہ نہ پاتی، کھانے کی بہت سی چیزوں میں مرد مخصوص تھے عورتیں ان سے محروم تھیں۔ دوسرے سامان ضرورت اور حیوانات کی میراث میں منتقل ہوتیں۔ شعرا کے کلام میں عورتوں کے حسن و جمال، عشوہ غمزہ اور محبت و وصال کا برملا اظہار کیا جاتا۔ لڑکیوں سے نفرت اس درجہ بڑھ گئی کہ ان کا نہ ہونا مستحسن سمجھا جاتا اور لڑکی کی ولادت ایک بلائے ناگہانی اور عظیم آفت بن جاتی۔ جاہلیت کے اس معاشرہ کی تصویر کشی قرآن کے بلیغانہ اسلوب میں یوں ہے ــــ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ

اگر کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو کثرت غم سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا اور اس خبر کی وجہ سے وہ قوم سے بچتا پھرتا اور سوچتا کہ وہ ذلت کی زندگی بسر کرے یا اسے زمین میں دبا دے، بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر اسے حقیقتاً زمین میں دفن کر دیا جاتا اور یہ بھی اپنے وقار و تمکنت کی حفاظت اور اظہار فخر کا ذریعہ سمجھا جاتا۔

یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ آدمؑ کی اس بیٹی کی حیثیت کس درجہ فروتر اور کمتر ہو کے رہ گئی تھی، اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، کس کس طرح معتوب و مغضوب ٹھہرائی جا رہی تھی اور ذلت و رسوائی کے عمیق غاروں میں پڑا رہنے پر اسے مجبور کیا جا رہا تھا۔

اس کے برخلاف جب ہم اسلامی تعلیمات و احکام کی روشنی میں عورت کے حقوق و اختیارات کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک دوسرا ہی عالم نظر آتا ہے، جواب تک ظلم و ستم، طعن و تشنیع اور

ذلت و رسوائی کے تاریک و عمیق گڑھوں میں پڑی ہوئی تھی اسے اسلام نے اٹھا کر عظمت کے بلند مقام پر بٹھا دیا۔ اسے رحمت و محبت کی نگاہ سے دیکھا، زندگی کے بار گراں سے نجات دی اور اس کی فطری ساخت کے لحاظ سے نازک و لطیف ذمہ داریاں سپرد کیں۔

اسے شیطان کی بیٹی کہلانے اور بازاروں میں بکنے کے بجائے معاشرہ کا ایک لازمی اور محترم جز بنا دیا۔ اسے غلامانہ ذہنیت سے نکال کر۔

اَلْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِھَا ــ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی

کے بلند مقام تک پہنچایا، اور ان قوموں کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا جو عورت کو انسان نہیں انسان نما شیطان اور اس سے بدتر مخلوق تصور کرتے تھے اسلام نے عورت کی شخصیت قیامت تک کے لیے محفوظ و محترم بنا دی اور مساوات انسانی کی اس بلندی سے نوازا جو دوسرے مذاہب میں باعث ننگ و عار تھی جنسی انارکی اور شہوانی بحران کے استیصال کے لیے اسلام نے ایک ایسا نظام پیش کیا کہ تمام نوع انسانی اسے محترم سمجھنے پر مجبور ہوگئی کہیں بیوی بنا کر ھن لباس لکم وانتم لباس لھن وعاشروھن بالمعروف کا پیغام سنایا تو کہیں ماں بنا کر "الجنۃ تحت اقدام الامھات (ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے) کی بشارت دی، کبھی بہن بنا کر اس کی عصمت کی پاسبانی کا وعدہ کیا تو کبھی بیٹی اور دوسری صنف نسواں میں داخل کر کے اس کی پرورش اور تربیت کو ایک کار عظیم قرار دیا۔ اور جنت میں اپنے قرب کا مستحق بتایا۔ یہاں تک کہ سفر حیات بہت آسان ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ ایک عورت بغیر ولی کے حیرہ سے شام کا سفر کرے اور اسے راستہ میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو، رہبانیت کی بدعت سے اس نے برسر اعلان اپنی بیزاری کا اعلان کیا اور لَا رَھْبَانِیَّۃَ فی الاسلام کا وہ مژدہ جانفزا سنایا۔ جس کی صدائے بازگشت میں رہبانیت کا معبود قریب بختم ہوگیا۔

بیوہ کے حقوق اور میراث میں شریک کر کے اسے ستی ہونے کی بدترین ذہنیت سے نجات دی واد البنات کی رسم مطلقاً ختم کر دی اور بہت سے معاملات میں عورت کو مساوات کا وہ پیغام دیا کہ

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء

وہ آج دنیا کے تمام مذاہب پر فخر کر سکتی ہے۔

ان کے گوہر عصمت کو ان کے تاج افتخار کا درخشاں موتی بنا دیا عفت و نزاہت شرم و حیا کو ان کا زیور قرار دیا، ان کے حسن و جمال کو شمع انجمن کے بجائے فروغ خانہ بنا کر انھیں بوالہوسی اور بدنگاہی کی آندھیوں سے محفوظ کر دیا متاع عام بن جانے کی جگہ جنس واجب الاحترام بنا سکھایا۔ اور ان کے علاوہ اہم حقوق دیے جنھوں نے اس کی زندگی کو آسان تر بنا دیا اور یہ تاثر دیا کہ وہ بھی انسان ہے شریعت میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر دیا تو قانون میں بھی اسے برابری دی اس کے تمام باطل نظریات کو یک لخت ختم کر دیا اور تعلیم نسواں کو مردوں ہی کی طرح فرض قرار دیا طَلَبُ الْعِلْمِ فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ زوجین کے حقوق بھی عورتوں کے حقوق کی طرح واضح کیے اور انسانی معاملات، بیع و شراء میں عورتوں کے حقوق بھی رکھے۔

ٹیلی گرام "خمیرہ"
فون { آفس 82803
{ رہائش 83429
خمیرہ حقہ تمباکو
مینوفیکچررس اینڈ ایکسپورٹرس
آزاد بھارت تمباکو فیکٹری
نادان محل روڈ، لکھنؤ (انڈیا)
پارٹنر: حاجی محمد امتیاز خاں

رضوان لکھنؤ نومبر ۸۵ء